



## ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 21 --- جلد نمبر 2 --- شمارہ نمبر 11 --- نومبر 1972ء --- شوال المکرم 1392ھ

### ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبدالرحمن مدنی      مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبدالرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور  
محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

### گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے      زیر سالانہ: 200 روپے      بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com      www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com



## اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاترہ کرافہام و تفہیم امت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عینِ جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

# ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

- عورتوں کے لئے سیاسی مناصب اور ملازمتیں ..... 2
- روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے حرمین کا سفر کیسا ہے؟ ..... 10
- بڑھے چلو ..... 20
- موجودہ نظامِ تعلیم اور دینی تعلیم کی بڑھتی ہوئی اہمیت ..... 21
- فیشن پرستی ..... 28
- اسلام کا آئین ہے تسخیر دو (۲) عالم ..... 30
- کیا آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا منصب تشریع بھی ہے؟ ..... 31
- (ب) شاہ ولی اللہؒ کے علوم کو سمجھنے کے لئے ..... 33
- (ج) لڑکیوں کے لئے سکول کی تعلیم ..... 34
- تعارف و تبصرہ کتب ..... 35

## فکر و نظر

### عورتوں کے لیے سیاسی مناصب اور ملازمتیں

پچھلے دنوں میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ اک سوساٹھ کلیدی اسامیوں کے لئے حکومت کو درخواستیں مطلوب ہیں۔ اس کے علاوہ حکومت نے ملازمتوں کے لئے صنفی امتیاز بھی ختم کر دیا تھا یعنی ان اسامیوں کے لئے عورتیں بھی درخواستیں دے سکیں گی۔ (نوائے وقت وغیرہ)

کہتے ہیں کہ حکومت نے اس فیصلہ کو واپس لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ بہر حال صورت کوئی ہو، خواتین کے لئے سرکار دربار میں شرف باریابی کے دروازے اب بھی کھلے ہیں۔ اسمبلی کی ممبری اور وزارت سے لے کر مختلف محکموں میں ملازمت اور امارت تک وہ فائز ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ سے انسانی اخلاق اور کیریکٹر پر جو غلط اثرات مرتب ہو رہے ہیں وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث اور ائمہ دین کے ارشادات آپ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ آپ اندازہ کر سکیں گے کہ اسلام میں ان نازنیوں کے لئے خلوت سے جلوت میں آنے کے لئے کتنی اور کیسی گنجائش ہے اور سرکاری ملازمتوں میں حصہ لینے کے لئے از روئے دین کس قدر اور کیسے حصہ لے سکتی ہیں؟

### قرآن کریم کا ارشاد

قرآن نے عورت کا دائرہ کار اور مقام گھر کی چار دیواری مقرر کر رکھا ہے:

**وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** (پ ۲۲۔ الاحزاب ع ۴) (اے بیویو!) اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت پرئی خانہ تو ہو سکتی ہے، شیع محفل نہیں۔ اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے

آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے

وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر!

اس کے بعد بن سنور کر نکلنے سے منع فرمایا اور نماز، زکوٰۃ نیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تاکید کی،

پھر فرمایا: **وَإِذْ كُنَّ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَةِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ** (الاحزاب ع ۴)

اور تمہارے گھروں میں خدا کی آیتیں اور دانائی کی جو باتیں پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد کیا کرو۔

قرآن حمید سے فرض اپنی اور خلق خدا کی اصلاح ہے۔ باہر بھی اور اندر بھی۔ مگر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں صرف اپنی فکر چاہئے۔ گھر میں رہ کر

جو ہو سکتا ہے کرو، باہر نکلنے کی ضرورت نہیں اور سرکاری ملازمتوں کا دائرہ کار ”گھر“ نہیں ”باہر“ ہے۔ اس لئے یہ سیاسی گراؤنڈز نانہ ٹیم کے لئے بالکل

ناسازگار ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## پردہ کی پابندی:

ہمیں حکم ہوتا ہے:

إِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ (الاحزاب)

جب کوئی چیز تم ان (عورتوں) سے مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔

ظاہر ہے جو سربراہ مملکت ہو اس کے لئے یہ پابندی بے معنی شے ہے اور نہ یہ اس کے لئے ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض یہ فرمائیں کہ ان آیات کا تعلق ازواجِ مطہرات سے ہے تو عرض ہے کہ جہاں اتنی احتیاط خود ازواجِ مطہرات جیسی مبارک ماؤں کے لئے ضروری ہے وہاں دوسری تیسری خواتین اور پاکستانی ماؤں کے لئے کتنی ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ مفسرین نے لکھا ہے کہ گوان آیات میں خطاب ازواجِ مطہرات کو کیا گیا ہے تاہم ان کا حکم عام ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

لان موردھا ان کان خاصا فی حق ازواج النبی ﷺ لکن الحکم عام لكل من البومنات (تفسیر احمدی)

یعنی گوان آیات کا نزول ازواجِ مطہرات کے بارے میں ہوا ہے تاہم حکم عام ہے اور اس میں تمام مسلمان عورتیں شامل ہیں۔

## صحابہ کا تعامل:

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ صحابہؓ اور صحابیاتؓ نے اس حکم کی سختی سے پابندی کی تھی۔

كان اصحاب رسول الله ﷺ يسدون الثقب والكوى في الحيطان لئلا تطلع النساء على الرجال (مجلس الابرار)

یعنی حضور کے صحابہ دیواروں کے جھروکوں اور سوراخوں کو بند کر دیا کرتے تھے تاکہ عورتیں مردوں کو نہ جھانکیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

المرءة عورة فاذا اخرجت استشرفها الشيطان (ترمذی۔ ابن مسعود)

عورت سراپا عریانی کا نام ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

ظاہر ہے یہ امور ایک سربراہ مملکت اور افسری کے فرائض اور پوزیشن کے لحاظ سے بالکل بے جواز ہیں۔ ملک کا فرمانروا اور افسر چھپ کر نہیں بیٹھ

سکتا اور نہ ہی اسی طرح کارِ حکومت کی تکمیل ممکن ہوتی ہے۔

## ذمہ دار:

فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (النساء) مرد عورتوں کے ذمہ دار اور نگران ہیں۔

تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ:

قد ورد انهن ناقصات عقل ودين والرجال بعكسهن كما لا يخفى

کیونکہ مردوں کے برعکس عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

### تابعدار:

اس کے بعد فرمایا:

فَالصِّلِحْتُ قَنِتَتْ (النساء، ۶۷)  
پھر جو عورتیں نیک ہیں وہ تابعدار ہیں  
تابعدار، ذمہ دار اور نگران نہیں ہوتا۔

### تادیب:

وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْبُضَاجِ وَاضْرِبُوهُنَّ (النساء، ۶۸)  
اور تمہیں جن کی بد خوئی کا ڈر ہے ان کو سمجھاؤ اور ان کے بسترے الگ کر دو اور ان کو مارو۔  
تادیب، نگران کا کام ہوتا ہے، محکوم کا نہیں۔

### اطاعت:

فَإِنْ أَطَعَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا (النساء، ۶۹)  
اب اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو تم ان پر الزام کی راہ مت تلاش کرو۔  
اطاعت شعاری، نگران اور رہنما کا شیوہ نہیں ہوتا، رعایا کا ہوتا ہے۔ گویا کہ یہ جنس فطری طور پر تابعدار بنائی گئی ہے۔ رہنما، نگران اور حاکم نہیں بنائی گئی ہے۔ اسی لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چند لمحے بحیثیت نگران بسر کرنے کے بعد مرتے دم تک پچھتاتی رہیں بلکہ یہاں تک کہہ ڈالا کہ مجھے حضور کے روضہ پاک میں نہ دفن کیجیو کیونکہ مجھ سے ایک جرم ہو گیا ہے یعنی یہی میدان سیاست میں نکلنے کا۔

### حدیث پاک

### کمزور جنس:

رویدك يا انجشة لا تكسر القوارير قال قتادة يعني ضعفة النساء  
اے انجشہ! تو (گانا) چھوڑ دے! شیشے نہ توڑ۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس سے مراد عورتوں کی کمزوری ہے۔ (بخاری و مسلم عن انسؓ)  
محدث دہلوی لکھتے ہیں:

شبه النساء بالقوارير في الرقة والضعف وسرعة الانكسار (لمعات)  
یعنی عورتوں کو شیشے سے۔ تشبیہ دی ہے۔ رقت میں، کمزوری میں اور جلدی چکنا چور ہونے میں۔  
غور فرمائیے! جس آگینے کی نزاکت کا یہ عالم ہو کہ صرف حسن آواز کی لطیف ٹھوکر سے چکنا چور ہو سکتا ہے اسے کارزار سیاست کے جھگڑوں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



طوفان وزلازل اور ایٹم بموں کی مشغلت دنیا میں قدم رکھنے کا کیسے حوصلہ ہو سکتا ہے کیونکہ حاکم اور سربراہ مملکت کے لئے توانا، سخت اور چٹان کی مانند مضبوط ہونا ضروری ہے اور عورت کے مندرجہ بالا نقائص اس سربراہی کے بوجھ کے قطعاً متحمل نہیں ہو سکتے۔ خاص کر جو شخص جلد متاثر ہو سکتا ہے وہ خواہ مرد ہی کیوں نہ ہو، سربراہی کے لائق نہیں ہوتا۔ اور جس جنس کی خاصیت ہی ”زود پذیری“ اور ”جلد متاثر ہونا“ ہو وہ اس کی کیسے اہل ہو سکتی ہے؟

## وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہوگی:

حضور علیہ السلام نے ایران کی ایک شاہزادی کی سربراہی کا ذکر سن کر فرمایا تھا:

لن یفلح قوم ولّو امرهم امرأۃ (بخاری)

وہ قوم کبھی کامیاب نہ ہو سکے گی جس نے کسی عورت کو اپنا حکمران بنالیا۔

پرویز شاہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا تھا۔ اور چھ ماہ بعد وہ خود بھی چل بسا تھا۔ ولی عہد اور کوئی نہیں تھا، مجبوری تھی، اس پر انہوں نے شاہزادی بوران کو تخت پر بٹھادیا اور بالکل اسی طرح جس طرح کبھی ہر طرف سے مایوس ہو کر متحدہ محاذ نے محترمہ فاطمہ جناح کو انتخاب کیا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مندرجہ بالا ارشاد ہوا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ صحابی نے حضور کا یہ ارشاد اس وقت سنایا تھا جب متحدہ محاذ (حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ) کی طرف سے کسی نے ان کو حضرت صدیقہؓ کی قیادت میں لڑائی کے لئے دعوت دی تھی۔

غور فرمائیے! یہ دونوں محل و موقع کس قدر یاس انگیز اور مجبوری کے موقع ہیں لیکن اس کے باوجود ارشاد ہوتا ہے، ”کامیابی مشکل ہے“ حالانکہ حالات کا جو اضطراب تھا اس کی بنا پر یہ کہہ دیا جاتا، ”خیر! کوئی حرج نہیں“ مگر ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ عورت کی قیادت سنت نہ بن جائے اور خود حضرت صدیقہؓ نے اس حدیث کو سننے کے بعد بہت غم کیا اور آپ جب کبھی آیت **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** پڑھتیں تو رو پڑتیں یہاں تک کہ آنچل تر ہو جاتا۔ (درمنثور)

حضرت امام نسائیؒ نے مندرجہ بالا حدیث کا عنوان یہ رکھا ہے۔

النہی عن استعمال النساء فی الحکم (نسائی شریف جلد ۲، ص ۳۰۴)

یعنی حکومت میں عورتوں کو مقرر کرنے کی ممانعت کا بیان

## ائمہ دین کے ارشادات

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

### علامہ نسفی:

نے سربراہ کے لئے یہ شرطیں لگائی ہیں:

یشترط ان یکون من اهل الولاية المطلقة ای مسلما حر اذکرا اقلا بالغاً

یعنی اس کے لئے یہ شرط ہے کہ مسلمان ہو۔ آزاد ہو، مرد ہو اور عاقل بالغ ہو۔ (عقائد نسفی)

پھر فرمایا۔ عورت نہ ہو، کیوں؟

والنساء ناقصات عقل و دین یعنی عورتیں عقل اور دین دونوں لحاظ سے نامکمل ہیں۔

### مصنفِ نبراس:

نبراس کے مصنف نے شرح عقائد نسفی میں عورت کی سربراہی کے عدم جواز کے لئے چار وجوہات بیان فرمائی ہیں:

1. ایک یہ کہ عورت عقل اور دین دونوں میں ناقص ہے۔
2. حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس قوم نے اپنا والی عورت کو بنایا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگی۔
3. عورت کے لئے پردہ اور مردوں کی محفل میں جانے سے پرہیز ضروری ہے۔
4. عدم جواز پر اُمت کا اجماع ہے جو بیچاری امامتِ صغریٰ (نماز) کی اہل نہیں وہ امامتِ کبریٰ (حکومت) کی اہل کیسے ہو سکتی ہے؟ (مُلخصاً نبراس ص ۵۳۶)

### شیخ محدث دہلوی:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

ازیں جا معلوم شد کہ زن قابلِ ولایت و امارت یست (اشعة المذات)

یعنی مندرجہ بالا حدیث کی رو سے ثابت ہوا کہ عورت حکومت اور امارت کی اہل نہیں ہے۔

### صوفیاء کرام کا فیصلہ:

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں کہ سربراہِ مملکت کے لئے مرد ہونا شرط ہے اور فرمایا، اہل کشف صوفیاء کرام نے مذکر ہونے کی شرط، ہر داعی کے لئے لازمی قرار دی ہے اور آج تک ہمیں کسی سے یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ مریدوں کی اصلاح کے لئے میدان میں سلف صالحین کی کوئی خاتون اتری ہو۔ عورتیں نیک تو یہ ہو سکتی ہیں لیکن سیاسی ربراہ اور داعی نہیں ہو سکتیں جیسے حضرت مریمؑ اور آسیہؑ مبارک ہستیاں تھیں۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وقد اجمعوا علی اشتراط ذکرہ ..... وقد اجمع اهل الكشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ ولم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربية المریدين ابداء النقص النساء فی الدرجة وان ورد  
الا کمال فی بعضهن کمریم بنت عمران واسیة امرأة فرعون فذلک کمال بالنسبة للتقوی والدین لا بالنسبة  
للحکم بین الناس وتسلیکهم فی مقام الولاية وغایة امر المرأة ان تكون عابدة زاهدة (میزان کبری)

اسی طرح ائمہ احناف کی مشہور اور مستند کتاب بلکہ فتاویٰ در مختار اور اس کی شرح شامی المعروف رد المحتار میں بھی عورت کے لئے سربراہی کو  
حدیث مذکور کے لحاظ سے ناجائز قرار دیا گیا ہے<sup>۱</sup>۔

ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ کہیں کہ مندرجہ بالا تصریحات تو صدر مملکت کے منصب کے بارے میں ہیں۔ ذیلی ملازمتوں کے بارے میں نہیں لیکن  
ہمارے نزدیک اس کے تحت تمام سرکاری ملازمتیں ہیں۔ چنانچہ امان دین نے اس کی تصریح فرمائی ہے:

امام خطابی: امام خطابی فرماتے ہیں:

ان المرأة لا تلی الامارة ولا القضاء یعنی عورت قضاء اور امارت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتی۔ (فتح الباری)

علامہ آلوسی:

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسی بغدادی الرّجَالُ قَوَّامُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قد ورد الهن ناقصات عقل و دین والرجال بعکسهن ولذا خصوا بالرسالة والنبوة علی الاشهر وبالامامة  
الکبری (جلد ۵ ص ۳۳)

یعنی حدیث میں وارد ہے کہ عورتیں مردوں کے برعکس عقل اور دین میں ناقص ہیں۔ اس لئے رسالت، نبوت اور امامت (مملکت کی سربراہی)  
کو صرف مردوں کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

جامع صغیر کی شرح:

السراج المنیر میں لن یفلح والی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ:

لنقصها وعجزها والوالی مأمور بالبروز للقیام بشان الرعية والمرعة عورة لا تصلح لذلك فلا یصح ان تتولی  
الامامة ولا القضاء

یعنی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل، دین اور قوت کے لحاظ سے ناقص اور ناتواں ہے اور رعیت کی نگرانی کے لئے والی مملکت کو کھلم کھلا سامنے  
آنا پڑتا ہے۔ چونکہ عورت سرپا شرم و حیا ہے۔ اس لئے وہ اس کی اہل نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ وہ امامت (حکومت) اور  
قضا (ججی) کی ذمہ داری سنبھال سکے۔

<sup>۱</sup> ملاحظہ ہو رد المحتار جلد ۳ ص ۴۹۴

## مولانا اشرف علی تھانویؒ:

مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں:  
”ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اوّل تو یہ فعل مشرکین کا تھا۔ دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں۔“ (بیان القرآن جلد ۸ ص ۸۵)

## حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی:

بانی امیر جماعت اسلامی حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں کہ:  
”اللہ تعالیٰ کا رسول۔۔۔ اسلامی سماجی نظام کا پورا پورا تصور اپنے سامنے رکھ کر سوچتا ہے تو وہ حکمت کا تقاضا یہی پاتا ہے کہ عورتوں کو سیاست سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ وہ پوری طرح سمجھ جاتا ہے کہ اگر گھروں کے اندر مرد عورتوں کے لئے قوام ہیں تو ریاست کی مجموعی قوامیت کے لئے بھی مرد ہی موزوں ہو سکتے ہیں۔ خواتین نہیں۔“  
”مجالس قانون سازی کی رکنیت کا حق عورتوں کو دینا مغربی قوموں کی اندھی نقالی ہے۔ اسلام کے اصول اس کی ہر گز اجازت نہیں دیتے۔ اسلام میں سیاست اور انتظامیہ ملکی کی ذمہ داری صرف مردوں پر ڈالی گئی ہے۔“ (دستوری تجاویز۔ مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ص ۶)

## 31 علماء کا متفقہ فیصلہ:

جنوری 1951ء میں مختلف مکاتیب فکر کے 31 علماء کرام نے کراچی میں بیٹھ کر دستوری تجاویز اور ترامیم کا ایک متفقہ خاکہ مرتب فرمایا۔ اس میں لکھا ہے:  
”رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔“ (متفقہ فیصلہ ص 5 شائع کردہ جماعت اسلامی)  
ان تصریحات سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ عورتوں کو سرکاری ملازمتوں میں نہ گھسیٹا جائے کیونکہ ان کے دوش ناتواں ان گرانباریوں کے متحمل نہیں ہیں۔

## صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر ہر مسلمان چھوٹے بڑے، مرد عورت کے لئے عید کی نماز سے قبل دیندار محتاجوں کو ادا کرنا ضروری ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشی میں شریک ہو سکیں۔ اس کی مقدار عمومی اجناس خوردنی سے وہ صاع حجازی ہے جو نبی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں رائج تھا۔ ہمارے مروجہ اوزان کے اعتبار سے اس کا پورا پورا حساب دو سیر دس چھٹانک تین تولے چار ماشے ہے۔ موٹے حساب سے پونے تین سیر ادا کرنا دینا بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص

ترجمان القرآن، جنوری 3591ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گندم وغیرہ کی بجائے آج کے حساب سے پیسے دینا چاہے تو اس کی قیمت تقریباً ایک روپیہ دس آنے بنتی ہے۔

## روضہ اقدس کی زیارت سے حرمین کا سفر کیسا ہے؟

روضہ اقدس کی زیارت کی نیت سے حرمین کا سفر کیسا ہے؟

قبر کی زیارت اور سفر کے بارے میں وارد احادیث کا جائزہ

شیخ حماد بن محمد انصاری (شنقیطی)

عربی سے ترجمہ:

پروفیسر مدینہ یونیورسٹی

پروفیسر حافظ ثناء اللہ خاں (ایم اے)

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على نبينا محمد وآله وصحبه اجمعين وبعد

مسئلہ:

دو شخص اس بات پر جھگڑتے ہیں کہ کیا مسجد نبوی کے بغیر صرف روضۃ الرسول ﷺ کے لئے زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز ہے؟ اس کے لئے شرعی فتویٰ مطلوب ہے۔

جواب:

شروع اسلام میں نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قبروں کی زیارت سے روک رکھا تھا کیونکہ لوگ نئے نئے بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے لیکن بعد میں یہ حکم واپس لے لیا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا:

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تذكركم الآخرة

میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب اس کی اجازت اور ترغیب دیتا ہوں کیونکہ یہ تمہیں موت اور آخرت یاد دلاتی ہے۔ اس طرح مردوں کو تو اجازت دے دی گئی لیکن عورتوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی ممانعت باقی رہی جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ کی حدیث میں عبد اللہ بن عباس سے اس کی وضاحت موجود ہے:

لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور (الحدیث)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی<sup>3</sup>۔

اسی طرح کسی مخصوص قبر کی طرف سفر کے لئے کمر بستہ ہونا بھی ممنوع ہے جیسا کہ بخاری مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

<sup>3</sup> یہ حدیث ابو صالح تابعی (جو عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں) کی سند سے صحیح ہے۔ ابو صالح مذکور کے بارے میں بعض محدثین کا خیال ہے کہ یہ ائمہ ہانی کا آزاد کردہ غلام ”بازام“ ہے اور بعضوں کا خیال ہے کہ میزان بصری ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں میں حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ بازام سے راوی جس وقت محمد بن جادہ ہو تو حدیث صحیح ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے کہ کلبی جیسے لوگ اس سے روایت بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث محمد بن جادہ کی روایت سے ہے اور اگر یہ ابو صالح میزان بصری ہے پھر تو حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔ ۱۲ منہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

لا تشد الرحال الا الى ثلثة مساجد (الحديث)

کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مقام کے لئے (بغرض زیارت) کچاؤ نہ کئے جائیں۔ یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کی طرف سفر جائز ہے۔

علاوہ ازیں کسی دوسری جگہ کے لئے صرف اسی کی نیت کرتے ہوئے سفر کرنے سے منع فرمادیا۔ لہذا صورتِ ممنوعہ یہ ہے کہ زیارت کرنے والا مسجد نبوی کو چھوڑ کر صرف روضہ شریف کا قصد کرے لیکن اگر زائر اصل سفر مسجد نبوی کی نیت سے کرے پھر روضہ کی زیارت بھی کر لے تو اس صورت میں زیارتِ قبر میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ صرف مردوں کے لئے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت پہلے ذکر ہو چکی ہے۔ واضح رہے (ہم نے روضہ کی زیارت کا معاملہ عمومی زیارتِ قبر کے ساتھ اس لئے رکھا ہے) کہ کسی صحیح حدیث میں (خود صاحب روضہ) نبی ﷺ سے کسی مخصوص قبر کی طرف سفر کی اجازت ثابت نہیں ہو سکی جبکہ ممانعت کا حکم آپ نے عام صادر فرمایا جس میں اپنی قبر اور دوسروں کی قبور کو برابر رکھا یہی وجہ ہے کہ کسی (زیادہ سے زیادہ دلدادہ) صحابی اور بھلائیوں میں ان کے پیچھے لگنے والے تابعی سے منقول نہیں ہے کہ اس نے صرف روضہ یا کسی دوسرے کی قبر کا سفر اختیار کیا ہو۔ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے کہ:

من عمل عملاً ليس عليه امرنا فهو رد

جو شخص ایسا عمل کرے جس پر ہم عمل پیرا نہ ہوئے ہوں وہ کام راندہ اور بدعت ہے<sup>4</sup>۔

بھلائی اور نیکی تو صرف سلف صالحین کی پیروی میں ہی ہے اور پچھلوں کی اختراعات کو اپنانا برائی ہی ہے<sup>5</sup>۔ مسئلہ تو یہی ہے لیکن متاخرین میں سے بعض نام نہاد علماء روضہ اطہر یا دوسری قبروں کی طرف سفر جائز ثابت کرنے کے لئے بعض دلائل اور احادیث کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ وہ یا تو موضوع (بناوٹی) ہیں یا بہت کمزور جس سے شرعی مسائل ثابت نہیں ہو سکتے جیسا کہ علمائے محققین کے ہاں معروف ہے تاہم میں ایسی احادیث کا ذکر بتوفیق الہی ان ائمہ کے باطل یا نہایت کمزور قرار دینے کے ساتھ کرتا ہوں جو اس معاملہ میں سند ہیں۔

<sup>4</sup> یہ اگرچہ حضرت عائشہؓ کا فرمان ہے لیکن مختلف روایات میں نبی ﷺ سے اس سے ملتے جلتے الفاظ آئے ہیں جنہیں امام احمد اور مسلم وغیرہ نے مختلف صحابہؓ سے نقل کیا ہے گو یہ نبی ﷺ کا فرمان ہی ہے۔ مطبوعہ عربی زبان میں عن النبی ﷺ کے الفاظ غلطی سے درج ہو گئے ہیں۔ مدیر

<sup>5</sup> خلاصہ کلام یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کی نیت سے سفر کرنا نبی ﷺ سے ثابت نہیں بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن اصطلاحی سفر اختیار کیے بغیر قبروں کی عام زیارت مستحسن ہے جس میں نبی ﷺ اور بزرگوں کی قبریں بھی داخل ہیں کیونکہ اس سے انسان کو موت اور آخرت یاد آتی ہے (کہ جب اتنے بڑے بڑے آدمی بھی ہمیشہ دنیا میں نہ رہے تو ہمیں بھی دنیا سے دل نہ لگانا چاہئے) عورتوں کے لئے صرف زیارت کی بھی اجازت اس لئے نہیں دی کہ وہ جزع و فزع بہت کرتی ہیں اور ان کے ادھام میں مبتلا ہو کر شرک میں مبتلا ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ چند ایک احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی عورت عاملہ صابرہ ہو تو کسی ضرورت کی خاطر اسے اجازت مل سکتی ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کا ایک سفر کے دوران اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قبر پر آنا ثابت ہے۔ زیارت کے وقت انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اگر میں تیری موت کے وقت موجود ہوتی تو پھر قبر پر نہ آتی۔ اسی طرح ایک دفعہ نبی ﷺ کا گزرا ایک قبر کے پاس سے ہوا جہاں ایک عورت نوحہ کر رہی تھی۔ آپ نے اسے صبر کی تلقین کی لیکن قبر پر آنے پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ حدیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے اسے صبر کی تلقین اور ثواب کی امید دلائی اور اس نے چڑ کر کہا کہ تو اگر میری جگہ ہوتا تو میں پھر دیکھتی۔۔۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

سفر کو جائز قرار دینے والوں کی طرف سے پیش کی جانے والی چودہ حدیثیں اور ان کے مفید مطلب نہ ہونے کے دلائل

### 1. من زار قبری وجبت له شفاعی

جس نے میری قبر کی قیارت کی اس کے لئے میری سفارش ضروری ہوگئی۔

### نقد و جرح:

اس حدیث کو ابو الشیخ اور ابن ابی الدنیاء نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے اور یہ حدیث ابن خزیمہ میں بھی ہے اور امام موصوف نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے، کہتے ہیں:

”اس کی سند کے بارے میں میرے دل میں کھٹکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس میں اس کی ذمہ داری سے بری ہوں۔“

میں کہتا ہوں اس میں دو راوی مجہول ہیں۔ (الف) عبد اللہ بن عمر العمری جس کے بارے میں ابو حاتم نے کہا ہے، وہ مجہول ہے۔ (ب) موسیٰ بن ہلال البصری۔ اسے ابو حاتم نے مجہول کہا ہے اور بقول عقیلیؒ اور ذہبیؒ محدثین نے اس کی حدیث کا انکار کیا ہے۔ ایک روایت میں ”وجبت“ کی بجائے ”حلت“ کا لفظ آیا ہے۔ (مختصراً)

### 2. من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمین زارنی فی حیاتی

جس نے میری وفات کے بعد حج کیا پھر میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

### نقد و جرح:

اسے طبرانیؒ اور بیہقی نے عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں حفص بن سلیمان القاری ہے جس کے متعلق ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس پر جھوٹی حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔ امام احمدؒ کہتے ہیں: ”وہ متروک الحدیث ہے۔“ بخاریؒ کہتے ہیں، ”ائمہ حدیث نے اسے ترک کیا کر دیا ہے۔“ ابن خراشؒ کہتے ہیں ”جھوٹا ہے حدیثیں گھڑتا ہے“ اور ذہبیؒ نے اس حدیث کو اس کے منکرات میں شمار کیا ہے، کہتے ہیں امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الضعفاء میں تعلیقاً اس کے حالات کے بیان میں یوں کہا ہے: ابن ابی القاضیؒ کہتے ہیں ہم کو سعید بن منصور نے حدیث سنائی، وہ کہتے ہیں ہم کو حفص بن سلیمان نے لیث سے، انہوں نے مجاہد سے انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے جو نبی ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہیں جس نے حج کیا اور میری موت کے بعد میری زیارت کی۔۔۔ الخ (یعنی امام بخاریؒ نے اس راوی کو کتاب الضعفاء میں ذکر کر کے وہاں اس حدیث کا ضعف بھی بیان کر دیا۔)

### 3. من زارنی بالمدینۃ محتسباً کنت له شہیداً او شفیعاً یوم القیامۃ

جس نے ثواب کی خاطر مدینہ میں میری زیارت کی، میں روزِ قیامت اس کا گواہ اور سفارشی ہوں گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

### نقد و جرح:

اس حدیث کو بیہقیؒ نے انسؒ سے روایت کیا ہے اس کی سند میں ابوالمثنیٰ سلیمان بن یزید الکلبی ہے جس کے بارے میں ذہبیؒ نے کہا ہے: ”وہ متروک ہے۔“ ابو حاتم کہتے ہیں: ”منکر الحدیث ہے“ اور ابن حبانؒ کہتے ہیں: ”اسے قابلِ حجت ماننا درست نہیں۔“

### 4. من حج ولم یزرنی فقد جفانی

جس نے حج کیا اور میری (قبر کی) زیارت نہ کی اس نے مجھ سے زیادتی کی۔

### نقد و جرح:

امام سخاویؒ نے ”المقاصد الحسنہ“ میں لکھا ہے: یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ ابن عدیؒ نے اسے ”الکامل“ میں، ابن حبانؒ نے الضعفاء میں، دارقطنیؒ نے ”العلل“ اور غرائب مالک میں عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ ذہبیؒ نے ”میزان الاعتدال“ میں لکھا ہے: ”بلکہ یہ حدیث موضوع ہے۔“

### 5. من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعاً او شہیاً ومن مات باحد الحرمین بعثہ اللہ من الامنین

### یوم القیمة

جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا، جس نے میری زیارت کی، میں (قیامت کے دن) اس کا سفارشی یا گواہ ہوں گا۔ اور جو حریمین (مکہ و مدینہ) میں سے کسی جگہ فوت ہوا اللہ تعالیٰ اسے میدانِ حشر میں امن والوں میں سے اٹھائے گا۔

### نقد و جرح:

اس حدیث کو ابو داؤد و طیالسیؒ نے اپنی ”مسند“ میں عمر بن خطابؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کے سلسلہ رواۃ میں ایک راوی مجہول ہے جس کی سند حسب ذیل ہے:

قال ابو داؤد: حدثنا سوار بن مہیون ابو الجراح ----- قال حدثنا رجل من آل عمر عن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ ----- (الحديث)

(یعنی سند میں آل عمر سے ”رجل“ (کوئی شخص) مجہول ہے)

### 6. من زارنی بعد موتی فکأنما زارنی فی حیاتی ومن مات باحد الحرمین بعث من الامنین یوم القیامة

جس نے میری موت کے بعد میری (قبر کی) زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی اور جو حریمین میں سے کسی جگہ فوت ہوا قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھایا جائے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

### نقد و جرح:

اس حدیث کو دار قطنی نے اپنی سنن میں اور ابن عساکر نے حاطب سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ہارون بن قزعمہ یا قزعمہ ابن ابی قزعمہ راوی ہے۔ جس کے متعلق امام بخاری نے کہا ہے: ”اس کی اس حدیث پر کسی نے متابعت نہیں کی اور قزعمہ کا شیخ بھی مجہول ہے۔“ ذہبی نے ”میزان الاعتدال“ میں ذکر کیا ہے کہ حاطب کی مذکورہ حدیث اور عمر کی حدیث جو اس سے پہلے گزری ہے۔ قزعمہ بن ابی قزعمہ کی منکرات سے ہیں۔

### 7. من زارنی و زار ابی ابراہیم فی عام واحد دخل الجنة

جس نے میری اور میرے باپ ابراہیم کی (قبروں کی) ایک ہی سال میں زیارت کی، وہ جنت میں داخل ہو گا۔

### نقد و جرح:

نووی نے ”المجموع“ (شرح المہذب) میں لکھا ہے، ”یہ حدیث بناوٹی ہے جس کا کوئی اصل نہیں اور اسے ائمہ حدیث میں سے بھی کسی نے روایت نہیں کیا۔“

### 8. من جاءنی زائر الم تنزعه حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون له شفیعاً یوم القیمة جو شخص میری (قبر کی)

زیارت کے لئے آیا اور اسے میری زیارت کا شوق ہی کھینچ کر لایا ہو تو اس کا مجھ پر یہ حق ہو جاتا ہے کہ قیامت کے روز میں اس کا سفارشی ہوں۔

### نقد و جرح:

اس حدیث کو ابن نجار نے ”الدرة الثمينة فی تاریخ المدینہ“ میں اور دار قطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں مسلمہ بن سالم ہے جس کے بارے میں ذہبی نے ”دیوان الضعفاء“ میں کہا ہے اس میں جمیہ کی طرف میلان ہے۔ ابن عبد البہادی ”الصارم المسکى“ میں لکھتے ہیں: ”یہ ”مجہول الحال ہے۔ نقل علم میں معروف نہیں اور اس کی روایت کے ساتھ حجت پکڑنا بھی ٹھیک نہیں۔ وہ موسیٰ بن ہلال عبدی، جس کا ذکر ہو چکا ہے کی مانند ضعیف ہے۔“

### 9. من لم یز قبری فقد جفانی

جس نے میری قبر کی زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔

### نقد و جرح:

ابن نجار نے اس حدیث کو تاریخ المدینہ میں بے سند و صیغہ ترمذی (جو کمزوری کی طرف اشارہ ہوتا ہے) کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے الفاظ یوں ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

وروی عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ (الحديث)

ابن عبد البہادی کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب سے منسوب یہ حدیث بناوٹ اور جھوٹ ہے۔ میں کہتا ہوں، اس کی سند میں نعمان بن شبل باہلی مشہم ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں: ”وہ آفتیں لاتا ہے۔“ ذہبی نے اس کا ذکر ”میزان الاعتدال“ میں کیا ہے۔ نیز اس کی سند میں محمد بن فضل بن عطیہ مدینی ہے جو مشہور جھوٹا اور گھڑنے والا ہے۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں یہ بھی لکھا ہے۔ ”امام احمد کہتے ہیں۔ اس کی حدیث جھوٹوں کی حدیث ہے۔“ اور ابن معین کہتے ہیں۔ ”فضل بن عطیہ (باپ) ثقہ ہے اور اس کا بیٹا محمد کذاب ہے۔ نیز ذہبی لکھتے ہیں۔“ اس شخص کی منکرات بہت ہیں کیونکہ وہ باتونی تھا۔“ لکھتے ہیں۔ ”فلاس نے اسے کذاب کہا ہے۔“ اور بخاری کہتے ہیں: ”محدثین نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے“ (یعنی نکما سمجھ کر حدیث نہیں لی) ابن ابی شیبہ نے اس پر جھوٹ گھڑنے کا الزام عائد کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت علیؓ سے نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب بھی بیان کی گئی ہے لیکن اس کی سند میں عبد الملک بن ہارون بن عنترہ ہے اور جھوٹ گھڑنے کے ساتھ متہم ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں: ”کذاب ہے۔“ ابو حاتم کہتے ہیں: ”کئی باتوں والا اور متروک ہے۔“ سعدی کہتے ہیں: ”کذاب ہے۔“ اور ذہبی لکھتے ہیں: ”اس پر حدیث (من صام یوما من ایام البیض عدل عشرة الاف سنة یعنی جس نے ایام بیض (تیرہ، چودہ اور پندرہ) کے روزے رکھے اسے دس ہزار سال کے روزوں کا ثواب ملے گا) گھڑنے کا الزام ہے۔“ (صاحب مقالہ لکھتے ہیں:) ”اس عبد الملک بن ابی عمرو کذاب کی طرف سے بہت سی آفتیں ہیں جن کو ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں دیکھا جاسکتا ہے۔“

10. من اتی المدینة زائراً لی وجبت له شفاعتی (الحديث)

جو شخص مدینہ میں میری زیارت کے لئے آیا اس کے لئے میری سفارش ضروری ہوگئی۔

نقد و جرح:

اسے یحییٰ الحسنی نے بکیر بن عبد اللہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، اس کے بارے میں عبد البہادی لکھتے ہیں: ”یہ حدیث باطل ہے جس کا کوئی اصل نہیں۔“

علاوہ ازیں یہ مفید مطلب نہیں کیونکہ اس میں قبر کی طرف سفر کا ذکر نہیں۔ (احتمال ہے کہ زندگی میں آنا مراد ہو)

11. من لم تمکنہ زیارتی فلیزر قبر ابراہیم الخلیل

جو شخص میری زیارت نہ کر سکے اسے چاہئے کہ ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کی زیارت کر لے<sup>۶</sup>۔

<sup>۶</sup> اس حدیث میں نبی ﷺ کی زیارت نہ ہو سکنے کی صورت میں ابراہیمؑ کی قبر کی زیارت کی ترغیب دی گئی ہے جس سے دوسرے بزرگوں کی قبروں کی زیارت مستحسن ثابت ہوتی ہے۔ حدیث من گھڑت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

### نقد و جرح:

ابن عبد الہادی کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ اور من گھڑت احادیث میں سے ہے اور اس سے تو ایک معمولی طالب علم بھی واقف ہے کہ یہ موضوع اور خود ساختہ ہے۔ اس قسم کے جھوٹ کو حقیقتِ حال کے انکشاف کے بغیر ذکر کرنا بھی اہل علم کے لئے بہت بڑا گناہ ہے۔<sup>7</sup>

12. من حجۃ الاسلام وزار قبری وغز اغزوة وصلی علی فی بیت المقدس لم یسالہ اللہ فیما افترض علیہ

جس نے اسلامی طریقہ پر حج کیا، میری قبر کی زیارت کی، جہاد میں شریک ہوا اور بیت المقدس میں مجھ پر درود بھیجا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی ذمہ داریوں میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کرے گا۔

### نقد و جرح:

اس حدیث کو ابو الفتح ازدی نے اپنی فوائد کی دوسری جلد میں عبد اللہ بن ابی سہل مصیعی تک اپنی سند کے<sup>8</sup> ساتھ حسن بن عثمان زیادہ سے روایت کیا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے، بدر کی حسن بن عثمان زیادہ سے حدیث (روایت مذکورہ بالا) باطل ہے۔ اس حدیث کو بدر سے نعمان بن ہارون نے روایت کیا ہے۔ اس سب کمزوری کے باوجود ابو الفتح ازدی بھی ضعیف ہے۔ ابن جوزی کہتے ہیں: ”(ابو الفتح ازدی) حافظ الحدیث تھا لیکن اس کی احادیث میں بہت سی منکرات موجود ہیں اسی لئے محدثین اسے ضعیف گردانتے ہیں۔“ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔ ”اس پر حدیث گھڑنے کا الزام ہے۔ اسے برقانی نے ضعیف کہا ہے اور اہل موصول اسے کوئی مقام نہیں دیتے۔“

13. من زارنی حتی ینتہی الی قبری کنت لہ یوم القیمۃ شہیداً او قال شفیعاً

جو شخص میری زیارت کے لئے میری قبر تک پہنچا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ (یا کہا) سفارشی ہوں گا۔

### نقد و جرح:

یہ حدیث عقیلی نے الضعفاء میں عبد اللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے اور اسی سند سے اسے ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث ابن

<sup>7</sup> یہاں شیخ موصوف ایک عام غفلت کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ کسی غیر ثابت شدہ بات کو اس کا پول کھولے بغیر ذکر کرنا بھی بہت بڑا گناہ ہوتا ہے لیکن عام حقیقت کے بغیر ایسی باتوں کو قبول کر کے آگ ذکر کرتے رہے اور علماء اس کی حالت اور ضعف بیان کئے بغیر بیان کر دیتے ہیں حالانکہ محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ کسی حدیث کو بیان کرتے ہوئے اس کی صحت و ضعف ضرور ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کی تصریح نہ کریں تو پھر ایسے لفظ اور انداز سے بیان کرتے ہیں جس سے اس کی کمزوری واضح ہو جائے مثلاً صیغہ مجہول قبل یاروی وغیرہ کے ساتھ۔ محدثین نے رسول اللہ ﷺ کی طرف کسی بات کے نسبت کرنے میں اس قدر احتیاط برتی ہے کہ اگر صحت و ضعف واضح نہ ہو سکے تو پھر بھی صیغہ تمریض کے ساتھ ہی بیان کریں گے بلکہ جو ضعیف حدیثیں مختلف وجوہات کی بنا پر تقویت حاصل کر لیتی ہیں انہیں بھی کسی یقینی نسبت سے ذکر نہیں کرتے۔ مقولہ معروف ہے۔ ”یعمل علیہ احتیاطاً لا اعتقاداً“ یعنی ایسی حدیث پر عمل بطور احتیاط ہو گا نہ کہ نبی ﷺ کا فرمان سمجھتے ہوئے کیونکہ اس بارے میں وعید کی متواتر حدیث موجود ہے: ”من کذب علی متعمداً فقد تبوء مقعدہ من النار او كما قال علیہ السلام“ یعنی جو شخص جانتے ہوئے میری طرف جھوٹ کی نسبت کر دے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اسی طرح آپ سے منقول ہے: ”کفی بالہرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع“ یعنی کسی شخص کو اتنا جھوٹ ہی کافی ہے کہ جو سنے بیان کر دے۔۔۔۔۔ (مترجم)

<sup>8</sup> مطبوعہ عربی متن میں ”من فوائدہ“ کے بعد ”بسنہ“ کا لفظ طبعیت سے رہ گیا تھا۔ یہ اس کا ترجمہ ہے۔ (مدیر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

جرتج پر جھوٹ ہے۔ ابن عبد البہادی لکھتے ہیں: ”اس کے متن اور سند میں غلطی ہوئی ہے“ یعنی متن میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ”زیارت“ سے ”مَنْ زَارَنِي“ بیان ہوا ہے۔ حالانکہ عبارت یوں ہے:

**من رانی فی المنام کان کمین رانی فی حیاتی**

یعنی جس نے نیند میں مجھے دیکھا ایسا ہے گویا اس نے مجھے زندگی میں دیکھا۔

عقیلیؒ کی کتاب میں نسخہ ابن عساکر کے اندر **من رانی رؤیا** سے ہی مذکور ہے۔ اس صورت میں اس حدیث کا معنی صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان یوں موجود ہے:

**من رانی فی المنام فقد رانی لان الشیطان لا یتمثل بی**

یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔

رہاسند میں غلطی کا معاملہ تو وہ راوی کا ذکر سعید بن محمد حضرمی نام سے ہوا ہے حالانکہ صحیح نام شعیب بن محمد ہے جس طرح کہ ابن عساکر کی روایت میں ہے۔ بہر حال مذکورہ بالا الفاظ سے یہ حدیث ثابت نہیں خواہ ”زیارۃ“ کے لفظ سے ہو یا ”رؤیا“ سے۔ کیونکہ اس کا راوی فضالہ بن سعید بن زمیل مزنی مجہول ہے اس کا ذکر اس روایت کے سوا معروف نہیں اور اس روایت میں بھی وہ منفرد ہے جس کی کسی نے متابعت نہیں کی۔ ذہبیؒ نے لکھا ہے۔ عقیلیؒ کہتے ہیں، اس کی حدیث غیر محفوظ ہے (شاذ) یہ حدیث ہم کو سعید بن محمد حضرمی نے سنائی جس کو فضالہ نے سنایا۔ اس نے محمد بن یحییٰ سے تحدیث کی، وہ ابن جرتج سے، وہ عطاء سے اور وہ عبد اللہ بن عباس سے مرفوعاً روایت کرتا ہے:

**من زارنی فی ہماقی کان کمین زارنی فی حیاتی**

یعنی جس نے میری عدم موجودگی میں میری زیارت کی ایسا ہے جیسا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

ذہبیؒ کہتے ہیں: ”یہ حدیث ابن جرتج پر جھوٹ ہے۔“

**14. ما من احد من امتی له سعة ثم لم یزرنی فلیس له عذر**

میری امت میں سے صاحب استطاعت ہو کر بھی جو شخص میری زیارت نہ کرے اس کے لئے کوئی عذر مسموع نہ ہو گا۔

**نقد و جرح:**

ابن نجارؒ نے اس حدیث کو تاریخ مدینہ میں انسؒ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سمعان بن مہدی راوی ہے جس کے متعلق ذہبیؒ لکھتے ہیں: ”سمعان بن مہدی انسؒ بن مالک سے روایت کرنے والا گمناں جانور ہے۔ اس کے پاس ایک خود ساختہ احادیث کا نسخہ تھا جسے میں نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسے گھڑنے والے کو ذلیل کرے۔“ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں: ”مذکورہ نسخہ محمد بن مقاتل رازی کی روایت سے ہے، وہ جعفر بن ہارون واسطی سے، وہ سمعان سے روایت کرتا ہے۔ پھر ابن حجرؒ نے اس نسخہ کا ذکر کیا ہے جو تین سو سے زیادہ موضوع احادیث پر مشتمل ہے۔“

**محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ**



## روضہ اقدس کی زیارت سے حریم کا سفر کیسا ہے؟

میں (صاحب مقالہ) کہتا ہوں۔ یہ چودہ حدیثیں ہیں جن سے قبر کی طرف سفر کو جائز کہنے والے دلیل پکڑتے ہیں اور یہی وہ تمام احادیث ہیں جن سے مسجد نبوی کو چھوڑ کر صرف روضہ اقدس کی زیارت کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے، جبکہ یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آگئی ہے کہ ان روایات میں سے کوئی صحیح ہے نہ حسن بلکہ سب کی سب سخت ضعیف ہیں یا موضوع ہیں جن کا کوئی اصل نہیں، جیسا کہ معتمد ائمہ حدیث کے تفصیلی تبصرے گزر چکے ہیں۔ لہذا ان روایات کی کثرت تعداد اور متعدد سندوں سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ بسا اوقات ایسی احادیث جن کی سندیں مذکورہ بالا سندوں سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتی ہیں۔ اس کثرت کے باوجود اہل فن کے ہاں موضوع ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ کثرت اس وقت کوئی فائدہ نہیں دیتی جب اس کا مدار کذابین، متہمین، متروکین یا مجہولین پر ہو جیسا کہ ان احادیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں سے کوئی بھی کسی کذاب یا متہم یا متروک یا مجہول (جس کی معرفت کبھی حاصل نہ ہو سکے) سے خالی نہیں۔ اس قسم کی احادیث علمائے حدیث کے ہاں کسی متابع یا شاہد سے تقویت نہیں پکڑا کرتیں بلکہ اعتبار و تقویت کا مسئلہ بھی وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں صحیح حدیث تردید نہ کر رہی ہو اور یہاں تو (اعلیٰ رجب کی) صحیح حدیث تین مساجد کے سوا سب جگہوں کی طرف سفر کرنے سے روک رہی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ”اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفتہ اصحاب الحمیم“ فرماتے ہیں۔

”کسی مخصوص قبر کی طرف سفر کی اجازت کے بارے میں کوئی ایک صحیح حدیث بھی ثابت نہیں بلکہ صحاح، سنن اور مساند کے مصنفین امام احمد وغیرہ جیسے ائمہ دین نے تو ایسی کوئی حدیث نقل بھی نہیں کی ان کو صرف ان ائمہ نے نقل کیا ہے جو ہر قسم کی حدیث موضوع ہو یا غیر، سب جمع کر دیتے ہیں۔ ان روایات میں سب سے اہم حدیث وہ ہے جسے دارقطنیؒ نے روایت کیا ہے جبکہ اس کے ضعف پر کل اہل علم متفق ہیں۔ لہذا حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وارد احادیث مثل (من زار ابی ابراہیم الخلیل فی عام واحد ضمنت له علی اللہ الجنۃ) جس نے میری اور میرے باپ ابراہیمؑ کی ایک ہی سال میں زیارت کی میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں اور (من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی) جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور (من حج ولم یزرنی فقد جفانی) جس نے حج کیا لیکن میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔ وغیرہ احادیث خود ساختہ جھوٹ ہیں۔“

(صاحب مقالہ) یہی صحیح و درست بات ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے، جس کسی کے پاس اس مسئلہ (کسی خاص قبر کی طرف سفر کرنے) کے بارے میں کوئی ایک صحیح حدیث بھی ہو اس پر اس کا بیان کرنا فرض ہے۔ (مزید افسوس یہ ہے کہ) جس قدر احادیث پیش کی گئی ہیں وہ سب یا تو بناوٹی جھوٹی ہیں یا صرف زیارت قبر (جس کے مشروع ہونے پر اجماع ہے) کے بارے میں ہیں۔ قبر کی زیارت کی نیت سے سفر سے متعلق نہیں (حالانکہ ماہ النزاع قبر کی طرف سفر ہے نہ کہ زیارت قبر عام یا خاص) حالانکہ اس زیارت کی مشروعیت یا استتباب کے حق میں صریح صحیح احادیث موجود ہیں جن کے بعد ان باطل اور من گھڑت روایات کی کوئی ضرورت نہیں جو کسی بھی شرعی مسئلہ میں قابل استناد نہیں بلکہ جن کی روایت کی بھی اجازت نہیں ہاں صرف ایک شرط کے ساتھ کہ ان کا جھوٹ اور من گھڑت ہونا بیان کر دیا جائے تاکہ مندرجہ ذیل فرمان نبوی ﷺ کی وعید سے بچا جاسکے۔

من حدث عنی نجدیث ویروی انہ کذب فہو احد الکاذبین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## روضہ اقدس کی زیارت سے حرمین کا سفر کیسا ہے؟

جو مجھ سے ایسی بات منسوب کرے حالانکہ جانتا ہو کہ وہ جھوٹ ہے، وہ دو (۲) جھوٹ بولنے والوں میں سے ایک ہے یعنی یا گھڑنے والا یا جھوٹ پھیلانے والا۔

یہ حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں مغیرہ بن شعبہؓ اور سمرہ بن جندبؓ سے متعدد الفاظ کے ساتھ مرفوعاً آئی ہے۔ واللہ اعلم

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَسَلَّمَ

نوٹ: عربی متن کی طباعت میں کئی غلطیاں رہ گئی تھیں جن کی تصحیح اب الحمد للہ ترجمہ میں ہو گئی ہے۔ (ادارہ)

## بڑھے چلو

عبدالرحمن عاجز (مالیر کوٹلوی)

توحید کے علم کو اٹھا کر بڑھے چلو	دنیا کے کفر و شرک پہ چھا کر بڑھے چلو!
سوزِ دل و جگر سے جلا کر چراغِ دین	دینِ نبی ﷺ کی شان بڑھا کر بڑھے چلو!
ہر اک نشانِ کفر مٹا کر جہان سے	ہر تہکدے کو آگے لگا کر بڑھے چلو!
دیں ہی فقط ہے اہلِ محبت کا راستہ	یہ راستہ ہر اک کو دکھا کر بڑھے چلو!
پھر سر اٹھا سکے نہ کبھی کفرِ پیشِ حق،	سر پہ وہ اس کے ضرب لگا کر بڑھے چلو!
آجائے اگر وقتِ شہادت زہے نصیب	تغ و تبر سے تن کو سجا کر بڑھے چلو!
عاجز یہ جسم و جاں تو امانتِ خدا کی ہے	
راہِ خدا میں ان کو لٹا کر بڑھے چلو!	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## موجودہ نظام تعلیم اور دینی تعلیم کی بڑھتی ہوئی اہمیت

### ایک موازنہ، ایک جائزہ

ثریا بتول ایم۔ اے

تعلیم کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ تعلیم نہ صرف انسان کو مہذب بناتی اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوارتی ہے بلکہ زندگی کے دشوار گزار اور پر پیچ راستوں پر چلنے کے لئے اس کے اندر حوصلہ اور جرأت بھی پیدا کرتی ہے۔ یہ انسان کو احساسِ سود و زیاں عطا کرتی ہے اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کا شعور بخشتی ہے۔ انسان جس قسم کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اس کی سیرت و کردار پر اسی قسم کے نقوش پختہ اور مرتسم ہو جاتے ہیں۔ اور پھر انہی نقوش کے مطابق وہ اپنی زیست کی گاڑی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سے پون صدی قبل بچوں کو ابتدائی تعلیم ہمیشہ مسجدوں سے متصل مکتبوں میں دی جاتی تھی جہاں انہیں سب سے پہلے قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی تاکہ ان کے مستقبل کی پوری عمارت قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیم کی اساس پر تعمیر ہو۔

یہ وہ وقت تھا کہ تعلیم کے متعلق اہل اسلام میں دینی اور دنیوی کا امتیاز نہ تھا۔ ایک عالم آدمی کے لئے قرآن مجید ناظرہ کے علاوہ نوشت و خواند اور ابتدائی حساب میں مہارت نیز توحید و رسالت پر مبنی بنیادی عقائد، نماز اور روزہ جیسی بنیادی عبادتوں سے واقفیت اور عربی یا فارسی کی آسان ادبی کتابیں پڑھنے کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد جو شخص مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتا وہ بڑے مدارس میں جا کر تفسیر، حدیث، فقہ، طب، ہیئت اور فلسفہ پر مشتمل نصابی کتب پڑھتا اور یہی اس دور کی مکمل تعلیم تھی۔ یہ لوگ دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم کی اصطلاح سے واقف تھے نہ ان کے ہاں دین اور دنیا میں کوئی امتیاز تھا۔

### موجودہ نظام تعلیم خرابیوں کی جڑ ہے:

لیکن جب سے انگریزی نظام تعلیم ہمارے ملک میں رائج ہوا، ہمارے دین اور دنیا، روح اور جسم اور مذہب اور سیاست میں امتیاز پیدا ہو گیا اور جوں جوں وقت گزر رہا گیا۔ یہ امتیاز بڑھتا گیا اور نوبت یہ آئی جا رسید کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو نہ صرف تنگ نظر ملا کہہ کر انہیں تضحیک کا نشانہ بنایا گیا بلکہ حصولِ معاش کے سلسلہ میں بھی انہیں اس قدر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کہ باعزت طریقے سے زندگی گزارنا ان کے لئے مشکل ہو گیا جبکہ تمام اعلیٰ عہدے، مناصب، کاروبار اور جاہ و چشم وغیرہ دنیوی تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئے۔ دراصل یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ تھا کہ دنیا زندگی گزارنے کا نام ہے اور دین ان قواعد و ضوابط کا نام ہے جن کے تحت زندگی بسر کی جائے۔ گویا اس طرح ان کی دنیا دین (خدائی ہدایت) کے تابع تھی اور اسی چیز سے انگریز کو چڑھتی تھی کیونکہ یہی چیز مسلمانوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر غلام بنانے میں ان کے آڑے آتی تھی۔ لہذا انگریز کی اسلام دشمنی نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو پامال کرنا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ جہاں اس نے علماء دین کو نفرت و حقارت کا نشانہ بنانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کاسامان کیا اور ان کی معاشی حیثیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا وہاں دنیوی تعلیم حاصل کرنے والوں کو مناصب اور عہدوں کی رشوت پیش کر کے انہیں دین سے قطعی طور پر بیگانہ بنا دیا۔ جس کا نتیجہ ان کے حق میں خاطر خواہ برآمد ہوا۔ اور آج ہماری قوم اپنی تمام تر مذہبی پابندیوں سے بے نیاز ہو کر ایک طویل معاشی تگ و دو میں مصروف ہے۔ ہر کوئی مال و دولت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خواہ اس کے لئے اسے رشوت، غبن، چوری، ڈاکہ، سہلنگ، چور بازاری، سٹہ بازی، دغا و فریب اور دجل و جعل سازی جیسے شیعہ افعال کا مرتکب ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ گویا کثرت جرائم کا پیشہ بھی بالواسطہ طور پر اسی غلط تعلیم سے جا ملتا ہے۔ جو انگریز کی در آمد شدہ تھی۔

دوسرا بڑا نقصان جو انگریزی تعلیم سے قوم کو پہنچا وہ یہ تھا کہ یہ تعلیم اپنے پیچھے اپنی پوری تہذیب لے کر آئی جس نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو مکمل طور پر فرنگیت زدہ بنا دیا۔ ان میں ہر قسم کی اخلاقی برائی کو فروغ دیا۔ عریانی اور فحاشی حد سے بڑھ گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ تہذیب و ثقافتاً مسلمانوں کو کفر و الحاد کے انجکشن بھی دیتی رہی بلکہ اسلام سے برگشتہ و منحرف کرنے کے لئے شعائر اسلامی کا تمسخر اڑایا گیا اور اسلام کو نہایت مکروہ اور گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اسلامی تہذیب و اقدار اور اپنے اسلاف کی روایات سے باغی ہو کر ذہنی اور عملی طور پر انگریز کے غلام بن گئے اور اس طرح انگریز کا وہ مقصد پورا ہو گیا جس کے لئے وہ کوشاں تھا۔ اس طرح اس نے اپنی صلیبی شکستوں اور محکومیوں کا بھرپور انتقام لیا اور سادہ لوح مسلمان اس کے دام فریب میں کچھ اس طرح سے الجھ گیا کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی مفلوج ہو گئیں اور وہ اس سے آزادی پانے کے لئے بھی اسی فریب کا سہارا لینے لیا جس کا وہ شکار ہوا تھا لیکن آزادی پانے کی بجائے اس جال میں اور ہی الجھتا گیا۔

ہمارا مقصد تعلیم کو سب و شتم کرنا نہیں لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی قوم کا نظام تعلیم ہی اس کی تہذیب و تمدن کا صحیح آئینہ دار ہوتا ہے اور چونکہ ہماری موجودہ تعلیم کا ڈھانچہ بے خدا تہذیب کے پجاریوں کے ہاتھوں وضع ہوا تھا اس لئے اس کا یہاں اپنے تمام برگ و بار کے ساتھ آنا ضروری تھا جس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری درس گاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج شدہ نظام تعلیم ہمارے لئے زہر ہلاہل ثابت ہو رہا ہے جو طلبہ کو نہ صرف دین سے برگشتہ کرتا رہتا ہے بلکہ انجام کار طلباء کو ملحد بنا کر چھوڑتا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر نصابی اور امدادی کتب غیر مسلم مصنفین اور ان کے مولدین کی مرتبہ ہوتی ہیں جنہیں دین سے کوئی مس نہیں ہوتا۔ اور اسلامی افکار و خلاق سے بھی وہ بالکل کورے ہوتے ہیں۔ اندریں حالات جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بیشتر افراد اگر اکھڑ مزاج، بے ادب، من چلے ترش رو، آزاد رو اور اساتذہ اور والدین سے گستاخی سے پیش آنے والے نیز تکلف اور تصنع پر مرمئے والے، فیشن کے پجاری، اقربا اور اعزہ کو ٹھکرانے والے اور اپنے دوستوں میں اپنی ناک رکھنے کی خاطر اپنے غریب رشتہ داروں بلکہ غریب والدین تک کو نظر انداز کرنے والے ہیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

مزید برآں اگر انسان کے سامنے کوئی واضح نصب العین موجود ہو تو وہ اپنے مقصد کو پالنے کے لئے تن دہی سے کام کرتا ہے اور ثمر کامیابی چکھنے کے لئے اسی قسم کے اطوار و عادات کی نعمت سے بھی مال مال ہو جاتا ہے۔ جو کسی معاشرہ کی خوشحالی کی ضامن ہوتے ہیں لیکن ہماری تعلیم مقصدیت سے

<sup>9</sup> ان کی معنوی اولاد اور ان کے تربیت یافتہ

عاری ہے اور جب منزل ہی متعین نہ ہوگی تو اس کو پانے یا نہ پانے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے اور اس سلسلہ میں محنت و کوشش چہ معنی وارد؟ افسوس ہے کہ ہم نے صحیح مقصد اور منزل سے صرف نظر کر کے صرف ایک سفلی مقصد ہی سامنے رکھا اور وہ ہے حصولِ معاش۔ لیکن موجودہ تعلیم معاشی تحفظ دینے میں بھی تو ناکام ہو چکی ہے۔ چنانچہ فی الوقت جتنی بے روزگاری تعلیم یافتہ طبقے میں ہے شاید ہی کسی طبقے میں موجود ہو۔ رہی یہ بات کہ موجودہ تعلیم سے تربیت سازی کا کام لیا جاسکے۔ لیکن یہ چیز دین و اخلاق کی مرہونِ منت ہے اور جہاں مقصدِ تعلیم مادی فوائد کا حول ہو، قطع نظر اس کے کہ یہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ وہاں روحانی قدروں کا کیا کام اور تربیت سازی ہو وکیو کمر؟ بلکہ ایسی تعلیم تو روح کی موت ہوتی ہے۔ اسی لئے اکبر مرحوم نے کہا تھا

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا  
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سو جھی!

### موجودہ دور میں تعلیم نسواں:

عورتوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے۔ عورت ماں ہے اور اس کی گود بچہ کے لئے سب سے پہلی درس گاہ بنتی ہے پھر اس کی نگرانی میں بچپن کے معصوم دور میں حاصل کی ہوئی تعلیم ذہن میں ایسی راسخ ہو جاتی ہے کہ تاحیات اس کے اثرات رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیندار گھرانوں کے بچے کیسی بھی سوسائٹی میں چلے جائیں ان میں وہ اثرات قائم رہتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم یافتہ والدین کے بچے نسبتاً زیادہ ہوشیار، چالاک اور ذہین ہوتے ہیں لیکن موجودہ دور میں ہمارے بچوں کی تہذیب اور علم کا مبلغ مٹی، ڈیڑی اور پاپائیک محدود رہتا ہے کیونکہ عورت جس کو قوم کی ماں بننا ہوتا ہے، اسے یہی تربیت دی جاتی ہے اور اس کی تعلیم کے وقت ماں باپ کے پیش نظر مالدار شوہر اور عیاشی کی تلاش ہوتی ہے اور خود لڑکی کے سامنے شمعِ محفل بننے اور مردوں کے دوش بدوش چل کر انہیں زیرِ نگین کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اندریں حالات ان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی اولادوں کو اخلاقی اور ذہنی تربیت دیں گی، عبث ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولادیں ان سے بھی بڑھ کر دین بیزار اور ملحد بنتی ہیں۔ چنانچہ ہماری موجودہ نسل اپنے بزرگوں کے مقابلے میں ہزار گنا اپنے مذہب سے دور ہے بلکہ دین سے نفرت کے اظہار کو انہوں نے فیشن کے طور پر اپنالیا ہے جس کا احباب کی محفلوں میں فخریہ ذکر کیا جاتا ہے۔

مادہ پرست ذہنوں میں یہ بات بھی بیٹھ گئی ہے کہ لڑکیوں کے لئے زیادہ تعلیم حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر شریکِیات کسی حادثہ کا شکار ہو جائے یا خدا نخواستہ طلاق وغیرہ کی صورت میں پیش آجائے تو اس صورت میں عورت کسی دفتر وغیرہ میں ملازمت کر کے اپنا یا اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکے۔ حالانکہ اول تو عورت کی تعلیم کا یہ مقصد ہی غلط ہے لیکن اگر اس میں کچھ معقولیت ہو بھی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو کس حد تک روزگار مہیا کرنے کا ضامن ہے؟ ان کی ایم۔ اے، ڈبل ایم۔ اے اور بسا اوقات پی۔ ایچ ڈی کے مساوی درجہ کی تعلیم ملازمت کے لئے آخر کسی کام آتی ہے اور پھر گھریلو اور اولاد کی تربیت کے کٹھن بوجھ کے بعد کس میں ملازمت کی ہمت ہوتی ہے نیز کوئی اچھی نوکری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



بھی تو کسی خوش قسمت کو ہی حاصل ہوتی ہے ورنہ اکثر لڑکیاں بے کاری یا غلط کاری کے ہتھے ہی چڑھتی ہیں اور ان کی پڑھائی پر کثیر محنت، قیمت و وقت اور قیمتی دولت کاغذی ڈگریوں کی شکل میں فریم ہو کر کسی ڈرائنگ روم یا کمر میں آراستہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

پھر جہاں اس تعلیم کے فائدے مفقود ہیں وہاں نقصانات بہت زیادہ ہیں مثلاً اکثر لڑکیاں اپنا بیشتر وقت پڑھائی پر صرف کرنے سے امور خانہ داری و سلائی وغیرہ سے عاری رہ جاتی ہیں اور انہیں اپنے گھر چلانے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ بسا اوقات طعن و تشنیع سے تجاوز کر کے طلاق و تفریق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں پڑھائی کے دوران زیادہ محنت کرنے سے جسمانی صحت کا متاثر ہونا بھی لازمی امر ہے۔ ایک عام لڑکی اور ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی صحت کا عمومی مقابلہ کریں۔ یہ لڑکی پہلی کے مقابلہ میں زیادہ کمزور، دہلی پتلی، زرد رُو، چہرے کے روپ اور قدرتی رونق سے عاری ہوگی۔ شادی کے بعد اسے کمزوری صحت کی بناء پر گونا گوں مشکلاں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ کمزوری صحت اولاد کی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ کمزور مائیں کمزور اولاد کو ہی جنم دیں گی جس سے پورے معاشرہ اور پوری قوم کا متاثر ہونا لازمی ہے اور جس کے نقصانات محتاج حیا نہیں۔

### مخلوط تعلیم:

مخلوط تعلیم بلاشبہ ہمارے معاشرہ کے لئے ایک لعنت ہے۔ نئی روشنی سے متاثر بڑے بڑے ماہرین تعلیم خواہ اس کے کتنے ہی فائدے گنوائیں لیکن ”وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ تَافِعِهِمَا“ کے مصداق اس کی ایک قباحت ہی اس کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور وہ ہے عورت کی عصمت، عفت اور حیا کی ارزانی۔ ہمارا مسلم معاشرہ تو ہمیں اس بات کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ عورت ننگے سر، ننگے منہ یا بغیر پردہ کے گھر سے باہر قدم ہی رکھے کجا یہ کہ عمر کے اس دور میں جب کہ شہوانی جذبات اپنے عروج پر ہوتے ہیں، وہ نوجوان لڑکوں کے درمیان بیٹھ کر تعلیم حاصل کرے۔ اس سے بے تکلفی کے ساتھ بات چیت کر کے آزادانہ میل جول رکھے اور وہ بھی اس حالت میں کہ ایسے ایسے حیا سوز ملبوسات زیب تن ہوں کہ ایک عابد و زاہد شب زندہ دار بھی اگر اتفاقیہ دیکھ لے تو ایک بار تو ضرور ٹھٹک کر رہ جائے۔ اندریں حالات یہ تو بہ شکن قربتیں چند ہی دنوں میں جو رنگ لاتی ہیں تو بس یوں سمجھئے کہ فاشی کے سینکڑوں نئے باب کھلتے اور رومان کے ان گنت عملی افسانے جنم لیتے ہیں جو کسی قوم کو تباہی کے مہیب غارتک پہنچانے میں شاندار خدمات انجام دیتے ہیں۔

ماہرین تعلیم مخلوط تعلیم کے جو فائدے گنواتے ہیں ان میں سب سے بڑا فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں میں مقابلہ کی فضا پیدا ہوتی ہے جو ان کے لئے بہت زیادہ محنت اور حصول تعلیم میں لگن کا باعث بنتی ہے۔ ایسے لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حدیث میں تو یہ آتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما خلا رجل بامرأة الا كان الشيطان ثالثهما

کہ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



اور اگر ایسی درسگاہوں کے ماحول کا جائزہ لیا جائے جہاں مخلوط تعلیم رائج ہے تو ہر کونے میں نوجوان جوڑے مسکراتے اور اٹھکیلیاں کرتے دکھائی دیں گے اور اگر مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں ہر جوڑے کے ساتھ ایک ایک شیطان کا تصور کر لیا جائے تو ہم نہیں سمجھتے کہ شیطان کی کاروائیاں ان کو محض ”ضروری نوٹس“ تیار کرانے میں مدد و معاون ہونے تک ہی محدود رہتی ہوں گی۔ ہاں ایک بات ان کی تسلیم کی جاسکتی ہے کہ اس طرح ”مقابلہ“ کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ خواہ یہ فضا رومان لڑانے کی ہو یا بے حیائی اور ننگ انسانیت حرکات کا مظاہرہ کرنے کی، تعلیم کا بہر حال ستیاناس ہو کر رہا ہے۔

مرد اور عورت باہم جنس مخالف ہیں جن کے مسائل بھی مختلف ہیں اور شرم و حیا ایسے مسائل کو مرد اور عورت دونوں کی موجودگی میں سمجھنے سمجھانے میں مانع رہتی ہے۔ ہاں اگر شرم و حیا ہی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو یہ ایک الگ بات ہے لیکن ماحول کے پروردہ مردوں اور عورتوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کامیاب طریقے سے گزر سکیں گے یا اپنی اولاد میں اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا کر کے اور ان کو صحیح تربیت دے کر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں کوئی خدمت انجام دیں گے یا قوم کا کوئی بھلا کریں گے۔ تو اس میں اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا کر کے اور ان کو صحیح تربیت دے کر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں کوئی انجام دیں گے یا قوم کا کوئی بھلا کریں گے تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوگی۔

### اسلامی طرزِ تعلیم سرچشمہ ہدایت و رحمت ہے:

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہمارا موجودہ نظام تعلیم ہمارے لئے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوا ہے اور اس نے ہمارے مسائل میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ لہذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم دوبارہ اپنے اس دینی طرزِ تعلیم کو اپنائیں جس میں نہ صرف ہمارے مسائل کا حل موجود ہے بلکہ اس کے فوائدِ عظمیٰ سے آشنا ہونے کے بعد ہم زندگی کی دوڑ میں دوسری تمام قوموں پر سبقت بھی لے سکتے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت و افادیت لفظوں میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ یہ انسان کو ایک اعلیٰ و ارفع مقصد عطا کرتی ہے اور یہ مقصد عبادت و رضوانِ الہی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ

کہ میں نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو بذاتِ خود عبادت ہیں لیکن بہت سے کام ایسے بھی ہیں۔ جو بظاہر دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اگر ان کو خداوندِ کریم کی منشاء و رضا کے مطابق انجام دیا جائے تو وہ بھی عبادت ہی میں شمار ہوں گے۔ مثلاً رشتہ داروں سے حسن سلوک، والدین اور اساتذہ کی خدمت اور ان کا ادب و احترام، اولاد کی اعلیٰ تربیت، باہمی ہمدردی وغیرہ کے جذبات کے تحت زندگی بسر کرنا، تجارت، ملازمت اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں حدود اللہ کا پاس رکھنا اور ان سے تجاوز کرنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہر شعبہ حیات میں متعلقہ اسلامی اصول و ضوابط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سے کماحقہ، واقفیت حاصل کرے۔ جو دینی تعلیم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ چنانچہ فرمایا:

**طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔

دینی تعلیم کے اس مقصدِ حسنہ کے پیشِ نظریہ ضروری ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے تاکہ انسان کا دل اس کے باعث تقویٰ اور خشیتِ الہی کی آماجگاہ بن جائے، وہ کسی سے دھوکہ فریب کرتے ہوئے، کسی کو جانی، مالی یا قولی تکلیف دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اللہ کی رضا جوئی کی خاطر اپنے اخلاق اور سیرت کی تعمیر کرے، اپنے اندر عاجزی اور فروتنی پیدا کرے، آخرت کی جواب دہی کا احساس اسے ہر گناہ سے بچائے اور اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا یقین کسی بھی غلطی کے ارتکاب کے وقت اس کا دامن تھام لے۔ اس کی ساری زندگی خلقِ محمدی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، اتحاد، مساوات، باہمی ہمدردی اور اخوت سے عبارت ہو۔ وہ روحِ جہاد سے سرشار ہو کہ ہر دم اللہ کے دشمنوں سے مصروفِ جہاد رہے اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر ہر وقت اپنے دین، وطن عزیز اور اپنی روایات و اقدار کی حفاظت کے لئے جان ہتھیلی پر رکھے نظر آئے۔

الغرض کتاب و سنت کی تعلیم سے انسان ان تمام قواعد و ضوابطِ دینیہ سے واقف ہو جائے گا جو خداوندِ کریم نے ہر شعبہ حیات کے لئے وضع کیے ہیں اور یہ چیز نہ صرف اس کے تمام اعمال کا مطمح نظر، محض خوشنودی و رضاءِ الہی کو قرار دینے میں اس کی مدد و معاون ہوگی بلکہ اندریں حالات ہر قسم کی تعلیم جو وہ اس کے علاوہ بھی حاصل کرے گا، دین و دنیا میں اس کی سربلندی اور فلاح و کامرانی کا باعث ہوگی۔

رہی تعلیمِ نسواں تو اسلام نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ** کے تحت حصولِ تعلیم کو عورت کے لئے فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ازواجِ مطہراتِ امہات المؤمنینؓ بھی خواندہ تھیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی صحابیات، تابعیات نیز وہ محدثات و حافظاتِ خواتین جن سے محدثینِ کرام روایات اخذ کرتے تھے بھی لکھنا پڑھنا جانتی تھیں حتیٰ کہ کتبِ اسماء الرجال میں (ایسی کتابیں جن میں حدیث کے راویوں کے حالاتِ زندگی پر تبصرہ ہوتا ہے)۔ بے شمار عالم، فقیہ اور ادب عورتوں کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ چار دانگ عالم میں اسلامی عظمت کا ڈنکان گرجا رہا تھا اور دشمنانِ اسلام ذلیل و خوار تھے۔

مخلوطِ تعلیم تو خیر سمّ قاتل ہے ہی لیکن خواتین کو مردوں سے الگ تھلگ رکھ کر بھی ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو انہیں باحیاء اور پاک دامن رہنے کی تربیت دینے کے ساتھ ساتھ ماں جیسی عظیم ہستی کی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے تیار کرے تاکہ اپنی عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ اخلاقی تربیت دے سکیں۔ خدا، رسول اور فکرِ آخرت کو ان کے ذہنوں میں راسخ کریں، زمانہ کی مسموم فضاؤں سے ان کو متاثر نہ ہونے دیں اور بچوں میں روحِ جہاد پھونک کر اسلامی تاریخ میں مثالی ماؤں کا کردار ادا کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ ان کے لئے بھی قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر اور حدیث شریف کی تعلیم لازمی قرار دی جائے اور جب بھی اس کے باعث ان میں ایمان کی پختگی اور کمالِ عفت پیدا ہو جائے گا تو پھر وہ خواہ کوئی ساعلم بھی حاصل کریں گی ان کے لئے مضرت رساں نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے نسوانی حجاب اور حیا کو ملحوظ رکھ کر مردوں کے کاموں میں گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر بھی اگر ان کا ہاتھ بٹائیں گی تو مطعون نہ ٹھہریں گی (بشرطیکہ ہمارا معاشرہ اس کی اجازت دے) کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیویاں سفر حج اور سفر جہاد میں ان کی شریک سفر ہوتیں، میدانِ جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتیں اور گھوڑوں کی رکھوالی کرتی تھیں لیکن تمام صورتوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں اپنی نسوانیت اور شرم و حیا پر کوئی آنچ نہ آنے دیتی تھیں<sup>10</sup>۔

الغرض دینی تعلیم و تربیت کی بدولت لڑکیاں خدمتِ شوہر، تربیتِ اطفال، امور خانہ داری اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت وغیرہ جیسے ضروری اور بنیادی کاموں کو عبادت سمجھ کر سرانجام دے سکتی ہیں جس کے باعث پورا معاشرہ یکسر اصلاح کی طرف گامزن ہو سکتا ہے اور تمام گھرانے دین و دنیا کے ہر قسم کے اطمینان سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں۔ خدا کرے ہمارے تعلیمی ادارے اس شعر کی عملی تفسیر بن جائیں۔

اک مقدس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

قسمتِ نوع بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں

<sup>10</sup> واضح رہے کہ قرونِ اولیٰ کے ادوار کے مسلم معاشرہ میں اس قدر امن و امان تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: عنقریب ایک عورت تن تنہا اپنے سر پر سونے کا تھال رکھ کر مکہ سے مدینہ کا سفر کرے گی لیکن اسے راہ میں کوئی ٹوکنے والا نہ ہو گا۔ اور صحابہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ہمارے معاشرہ میں تو اس کا تصور بھی محال ہے چنانچہ اسی لئے میں نے اوپر ”بشرطیکہ ہمارا معاشرہ اس کی اجازت دے“ کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## فیشن پرستی

جماعۃ المسلمین کراچی

بالوں کا رکھنا سنت، ان کی اصلاح اور ان کا اکرام ضروری (ابوداؤد) یہ قطعاً ممنوع ہے کہ بالوں کو پر آگندہ رکھا جائے (مالک) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (صحیح مسلم) لہذا اس اصول کی روشنی میں بال خوبصورتی سے سجے ہوئے ہونے چاہئیں نہ کہ بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کی جائے پہلے سیدھی طرف پھر الٹی طرف (صحیح بخاری) سر کے بیچ میں مانگ نکالی جائے (ابوداؤد) بالوں میں کثرت سے تیل ڈالا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے (شرح السنہ مشکوٰۃ) بالوں میں خوشبو لگائی جائے (صحیح بخاری) سفید بال چنے نہ جائیں (ابوداؤد) اگر بال سفید ہو جائیں تو ان کو رنگ لیا جائے تاکہ اہل کتاب سے مشابہت نہ ہو لیکن سیاہ خضاب نہ لگائیں (صحیح مسلم) غرض یہ کہ بالوں کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر وقت بناؤ سنگھار ہی ہوتا رہے۔ یہ جذبہ آرائش و نمائش ایک حد تک تو مسنون ہے لیکن اس کی زیادتی ممنوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جذبہ آرائش کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا بلکہ پابندی عائد کر دی کہ روزانہ کنگھی نہ کی جائے بلکہ ایک دن بیچ (ابوداؤد، نسائی) ہاں اگر بال بہت گھنے ہوں تو روزانہ کنگھی کی جاسکتی ہے۔ (نسائی) گویا اسلام ایک معتدل دین ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بالوں کی لمبائی کی بھی حد بندی کر دی (ابوداؤد) رسول اللہ ﷺ کے بال کم سے کم نصف کانوں تک اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک ہوا کرتے تھے (صحیح مسلم)، مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے منع فرمایا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا (صحیح بخاری) یعنی عورتیں اتنے چھوٹے بال نہ کریں کہ مردوں کے مشابہ ہو جائیں اور نہ مرد اتنے لمبے بال کریں کہ عورتوں کے مشابہ ہو جائیں۔ غیر مسلمین کی نقالی سے منع فرمایا (ابوداؤد) گیسوؤں کے سلسلہ میں ہیئت یہود سے منع فرمایا (ابوداؤد) عورتوں کو مصنوعی بال جوڑ کر بال لمبے کرنے سے منع فرمایا۔ (صحیح بخاری)

سر کے بالوں کے متعلق احکام کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کو ان احکام کا علم ہو جائے۔ لیکن اصل مقصد جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ کہ ہم اپنے ایمان و عمل کا جائزہ لیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا ایمان اللہ اور رسول ﷺ پر ہے یا فیشن پر؟ ہم خدا پرستی کرتے ہیں یا فیشن پرستی۔ غور کیجئے، اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم بالوں میں تیل ڈالیں۔ اگر اللہ یہ حکم دیتا کہ سر میں تیل نہ ڈالا جائے یا بالوں کو خشک رکھا جائے تو یہ حکم ہم پر بڑا بار گزرتا، یا تو ہم اسلام کو خیر باد کہہ دیتے، اور اگر یہ نہیں تو نما کو ضرور برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتے۔ لیکن انہی بالوں کا خشک رکھنا فیشن بن کر جب ہمارے سامنے آیا تو ہم نے خندہ پیشانی سے اسے خوش آمدید کہا۔ بتائیے یہ اللہ پر ایمان ہے یا فیشن پر؟ حکم تھا کہ نصف کان سے کندھے تک بال رکھے جائیں، لیکن ہم نے اس کی بھی خلاف ورزی کی، جدید طریقہ کے بال رکھے جن کو عرف عام میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ کیا یہ اللہ پر ایمان ہے یا مغربی تہذیب پر؟

سنت یہ ہے کہ سر کے بیچ میں مانگ نکالی جائے۔ ہم نے اس سنت کو بھی چھوڑا۔ یا تو مانگ نکالی ہی نہیں، سارے بال پیچھے موڑ دیئے۔ اور اگر کالی بھی تو سر کے ایک جانب، بالوں میں جو توازن شریعت کو مد نظر تھا اس کو ہم نے پسند نہیں کیا۔ سیدھی مانگ کے بجائے ٹیڑھی مانگ نکالی۔ اور اسی پر کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بس ہے، ہمارا ہر کام ٹیڑھا ہو گیا۔ دل بھی کج ہو گئے۔ اب ہم فیشن کی تو پرواہ کرتے ہیں شریعت کی پرواہ نہیں کرتے۔

عورتوں نے سر پر کوہان نما بال رکھنے شروع کر دیئے۔ فیشن پرستی نے حسن و دلکشی کا باغ اجاڑ دیا لیکن ان کو احساس تک نہ ہوا۔ نقالی کا جذبہ دل و دماغ پر اس قدر مستولی ہوا کہ جذبہ تزئین و تحسین فیشن پرستی کی نذر ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے صد ہا سال پہلے ایسی عورتوں کی پیشین گوئی کر دی تھی جن میں مجملہ اور صفات کے یہ صفت بھی بیان کی تھی اور پھر فرمایا تھا کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی (صحیح مسلم) غرض یہ کہ ہم نے وہ کام کیا جس کی ممانعت تھی۔ کیا اسی کا نام ایمان باللہ ہے؟

مزید سنئے۔ یہ فیشن پرستی اور مغربی تہذیب کی نقالی ہمیں کہاں سے کہاں لے گئی، لیجئے اب گڈی پر بھی بال بڑھنے شروع ہو گئے۔ بد ہیستی اور بدنمائی کی یہ ایسی زندہ مثال ہے کہ اس کے متعلق کچھ نہ کہا جائے تو بھی کافی ہے۔ اگر اس طرح بال رکھنا اسلامی طریقہ ہوتا تو کیا یہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے اس طرح کے بال رکھتے؟ کیا ایسا کرنے والوں کو وحشی اور جنگلی نہ کہا جاتا۔ کیا اسلام کو غیر مہذب دور کا مذہب نہ کہا جاتا۔ لیکن افسوس نقالی اور فیشن پرستی نے خوبصورتی کے فطری رجحان کو ملیا میٹ کر دیا۔ یہ ہے ایمان بالفیشن۔ کاش یہ بات اللہ اور رسول کے احکام کے ساتھ ہوتی تو پھر ایمان اپنی بہاریں دکھاتا۔ اور نقالی نے جو احساس کمتری پیدا کر کے ہمیں ذلیل کر دیا یہ نوبت نہ آتی۔ ہماری تہذیب زندہ ہوتی، ہمارا وقار بلند ہوتا اور ہم دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور اور متمدن قوم ہوتے۔

اب بھی وقت ہے، سنبھل جائیے۔ ایمان باللہ کو استوار کیجئے۔ اس دن کو یاد کیجئے جس دن آپ کو اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہو گا۔ یہ دنیا چند روزہ ہے۔ یہ وہاں کام نہ آئے گی۔ یہ فیشن پرستی فلاح کا بارعٹ نہ بنے گی۔ بلکہ غضب الہی کا موجب ہوگی جن کی نقالی پر آپ کو ناز ہے یہ وہاں آپ کے کچھ کام نہ آسکیں گے۔ وہاں احکام الہی کی تعمیل میں محض اللہ کی رضا کے لئے جو کام کئے ہوں گے وہی کام آئیں گے۔ اگر آپ لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو اللہ کی حاکمیت تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اگر محمد رسول اللہ آپ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ (ﷺ) کی اتباع کر کے اللہ کی حاکمیت کا عملی ثبوت کیوں پیش نہیں کرتے۔ جب تک اللہ کی پسند ہماری پسند نہ بن جائے اللہ کی حاکمیت کا دعویٰ صرف زبان پر ہے دل کی گہرائیوں میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## اسلام کا آئین ہے تسخیر دو (۲) عالم

جناب علم الدین علیم

کیوں بندہ مومن نہیں تقریر میں بے باک	کھلتے نہیں کیوں قوم کی تقدیر کے پے چاک
کیوں سوزِ دروں مردِ خدا کا ہے فسرہ!	الحاد کے ہاتھوں ہے زمیں دین کی نمناک
توحید کی وہ تیغِ دو دم کند ہوئی کیوں	یاں کفر بھی عیار ہے اور شرک بھی چالاک
ہم خاک کے تودوں کی پرستش میں ہیں مصروف	اغیار کے حصے میں ہے پہنائی افلاک
واعظ کا بیان چرب زبانی کا مرقع!	زاہد کا شکم شاکی کمیابی خوراک
مزوک ہوا جاتا ہے مسلمان کا رہبر	ہے اس کے تصور سے جہیں میری عرفناک
نقلی اغیار پہ نازاں ہوا مسلم!	دامان حمیت کو کیے بیٹھا ہے صد چاک
گلشن میں چلی اب کے عجب بادِ سم آلود	پھولوں کا جگر شق ہے تو کلیوں کی قبا چاک
ملت کا جواں ذہن رسا سے ہوا عاری	نے فہم مقاصد ہے نہ منزل ہی کا ادراک
تہذیب وہ کیا جس میں نہ غیرت رہے باقی	تعلیم وہ کیا دیدہ و دل جس سے ہوں ناپاک
اسلام کا آئین ہے تسخیر دو عالم!	
اسلام سے ہٹ کر ہے ہر آئین خطرناک	

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



## تجزیہ افکار

### کیا آپ ﷺ کا منصب تشریع بھی ہے؟

مولانا عزیز زبیدی واربرٹن

معزز معاصر ”بینات“ ستمبر 1972ء میں مولانا بنوری دیوبندی کا ایک مضمون بعنوان ”منصب رسالت اور سنت کا تشریعی مقام“ شائع ہوا ہے۔ مولانا بنوری نے جامع ترمذی کی ایک شرح معارف السنن لکھی ہے، جس کا ایک مقدمہ ”عوارف المنن“ کے نام سے الگ حریر فرمایا ہے، مندرجہ ذیل مضمون مولانا موقوف کے اسی مقدمہ کے ایک باب کا ترجمہ ہے ادارہ بینات نے پیش کیا ہے۔ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب تشریع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مضمون جتنا علمی ہے افسوس! ویسا واضح اور مرتب نہیں ہے۔ مولانا بنوری اس میں لکھتے ہیں:

قرآن حکیم کی وہ آیات جن میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصب تفہیم احکام شریعہ کی تائید ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ احکام شریعہ اوامر ہوں یا نواہی، اصل میں آپ ﷺ نافذ فرماتے ہیں اور قرآن کریم ان کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔“ (بینات ستمبر 1972ء ص ۱۸)

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا

میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریع و تجویز کو وَمَا جَعَلْنَا فرما کر اپنی تشریع و تجویز قرار دیا۔“ (ص 20-21)

لہذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب ہی تشریع و تفہیم احکام الہیہ ہے خواہ قرآن عزیز میں ان احکام کا ذکر آیا ہو یا نہ آیا ہو، قرآن عزیز تو آپ کے نافذ کردہ احکام کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اسی لئے آپ ﷺ احکام الہیہ کے نفاذ میں قرآن کریم اور وحی متلو کا انتظار نہیں کرتے تھے۔“ (ص 21)

اذان کی ابتداء اور تشریح صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رائے اور ذوق معصوم کے ذریعے عمل میں آئی۔ (ص 22)

اس پر تفصیلی تبصرہ تو پھر سہی بشرطیکہ وقت ملا۔ سر دست ہم اس پر علمائے دیوبند اور ائمہ احناف کا مسلک پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ آپ موازنہ کر سکیں۔

مولانا بنوری کی اس رائے سے اتفاق کرنا مشکل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا منصب تفہیم کے علاوہ منصب تشریع بھی ہے۔ قرآنی تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا (الجماعہ)

پھر ہم نے آپ ﷺ کو ایک شریعت اور خاص طریقہ پر لگایا پس آپ اس کی پیروی کریں۔

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ (الانعام)

حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی متلو کا انتظار نہیں کیا کرتے تھے، بخاری میں ہے کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فما اجابنی شیء حتی نزلت آية الميراث

جب تک آیت میراث نازل نہ ہوئی مجھے جواب نہ دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”مذہب صحیح آل ست کہ امر تشریع مفوض بہ پیغمبر نمی باشد۔ زیرا کہ منصب پیغمبری، منصب رسالت و اپیلٹی گریست نہ نیابت خدا نہ شرکت در

کارخانہ خدائی۔“ (تحفہ اثناشریہ)

”بدیہی است کہ امام بلکہ نبی نیز شارع نیست۔ شارع حقیقی حق تعالیٰ است۔“ (محولہ بالا)

حضرت امام ابن الہام حنفی اور شارح لکھتے ہیں:

المختار عند الحنفية المتأخرين ما عن اكثرهم انه عليه السلام مأمور في حادثة لا وحي فيها بانتظار الوحي

اولا ما كان راجيه اى الوحي الى خوف فوت الحادثة بلا حكم ثم بالا جتهاد ثانيا اذا مضى وقت الانتظار ولم يوح

اليه كان عدم الوحي اليه فيها اذن في الاجتهاد حينئذ (تحرير مع شرح)

یعنی آپ ﷺ کے لئے وحی کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ پیش آمدہ صورت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر اجتہاد کا۔

ایک بریلوی مولوی صاحب (مولوی سید محمد کچھو چھوی) نے ”التحقیق البارع فی حقوق الشارع“ نامی کتاب لکھی تھی جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے لئے یہی مولانا بنوری احب والا منصب تشریع ثابت کیا گیا تھا اس کا رد حضرت مولانا ابوالماتر حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی نے تحریر کیا۔ اس

میں وہ لکھتے ہیں:

”اس میں کسی نوع سے دخل نہیں ہے نہ بالذات کسی کو یہ اختیار حاصل ہے نہ تفویض الہی۔“ (احزاب المشارع فی تحقیق الشارع ص ۲)

موصوف نے جو نظریہ پیش کیا ہے، اس سے دراصل شیعوں کو تقویت ملتی ہے جن کا نظریہ یہ ہے:

”ان الله عز وجل فوض الى نبيه عليه السلام امر خلقه“

اللہ نے اپنی مخلوق کے معاملات اپنے نبی کے حوالے کیے ہیں۔ (اصول کافی باب 52)

ان الله لم يزل متفردا بوحدانيته ثم خلق محمدا وعليا وفاطمة..... وفوض امورها اليهم فهم يحلون ما

يشأون ويحرمون ما يشأون

اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت میں منفرد ہے تا آنکہ اس نے محمد ﷺ، علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو پیدا کیا۔ پھر انکے امور کو ان کے حوالے کر دیا تو وہ جو

چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں (اصول کافی باب مولد النبی ﷺ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

المفوضة فهم القائلون ان الله فوض تدبير الخلق الى الائمة وان الله اقدر النبي ﷺ على خلق العالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

و تدبیرہ (غنیۃ الطالبین)

مفوضہ وہ گروہ ہے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نے خلق کی تدبیر ائمہ کے حوالے کر دی ہے اور حضور ﷺ کو خلق اور تدبیر پر قدرت بخشی ہے۔  
الغرض مولانا بنوری کے کلام سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سارا کچھ تشخیص، تجویز اور تشریح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ  
بس انگوٹھا لگا کر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں۔

## (ب) شاہ ولی اللہؒ کے علوم کو سمجھنے کے لئے

”مولانا عبید اللہ سندھی اور میری یادداشت کے عنوان سے ماہنامہ ”الحق“ اکوڑہ خٹک میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مولانا عبد السلام  
(لائل پور) نے مولانا سندھی کے سلسلہ کی چند یادداشتیں سپرد قلم کی ہیں۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:  
”ایک موقعہ پر فرمایا کہ:

”حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے علوم کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے حضرت شیخ الہند کی کتابیں دیکھو پھر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی کتابوں کا  
مطالعہ کرو۔ اس کے بعد حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے علوم سے استفادہ کرو پھر شاہ عبد العزیز کے واسطہ سے امام ولی اللہ کے علوم کو سمجھو۔“ (الحق  
جولائی 1972ء)

دوسرے لفظوں میں شاہ ولی اللہؒ کو دیوبندیوں کی عینک سے دیکھو۔ شاہ ولی اللہؒ کو دیوبندیوں کے خصوصی افکار کے شیشہ میں اتارنے کی یہ کوشش  
حضرت شاہ ولی اللہؒ کو سمجھنے کے لئے نہیں، اپنی بات شاہ ولی اللہؒ کی زبان سے اگلوانے کی ایک نامناسب کوشش ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ  
اللہ علیہ کے تعامل سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولی اللہی تحریک اور شاہ شہیدؒ کے جہاد فی سبیل اللہ میں علمائے حدیث کی خدمات کو چھپا کر دیوبندیوں کے  
خصوصی حلقہ کے پلے میں باندھ دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کی زندگی میں حضرت مولانا مسعود عالم ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا نوٹس لینا پڑا۔ جب  
اتنے بڑے لوگ یوں سوچتے ہیں تو یقین کیجئے! ہمارے حسن ظن کو کافی سے زیادہ صدمہ ہوتا ہے۔ بہر حال ہمارے نزدیک حضرت شاہ ولی اللہؒ کے افکار  
اور کتب کے مطالعہ کے لئے جو راہ مولانا سندھیؒ نے تجویز کی ہے، ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے سوچنے کا انداز ناقدانہ اور مجتہدانہ ہے۔  
اس کے برخلاف علمائے دیوبند کے سوچنے کا انداز تقلیدی اور فرقہ وارانہ ہے، ان دونوں میں کیسے ہم آہنگی ہو سکتی ہے۔  
فاضل مضمون نگار مزید لکھتے ہیں کہ:

”ایک موقعہ پر فرمایا، پہلے ہم سمجھتے تھے کہ امام ولی اللہؒ کی کتابوں میں کوئی غلطی نہیں ہے پھر ان کی بعض بڑی بڑی غلطیوں کا علم ہوا۔“ (ص 60  
الحق)

سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ آپ نے پہلے ان کو مافوق الاغلاط تصور کر لیا تھا۔ بندوں کو مقام الوہیت پر فائز کرنے سے اس قسم کے اوہام کا  
پیدا ہونا قدرتی بات ہوتی ہے۔ بہر حال کتاب اللہ اور نبی ﷺ کے بعد ہمارے نزدیک کوئی بھی ہستی لغزش سے منزہ نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## (ج) لڑکیوں کے لئے سکول کی تعلیم

ماہنامہ طلوع اسلام نے ”مجلس مذاکرہ“ کے عنوان کے تحت تبسم سلطانیہ کا ایک مذاکرہ شائع کیا ہے جس میں اس نے اپنی ایک سہیلی کا رونا بیان کیا ہے کہ وہ سکول پڑھنے چلی گئی تو سارا خاندان ہی اس پر ٹوٹ پڑا کہ:

”تم نے ہماری ناک کاٹ ڈالی، لڑکیوں کو سکول بھیجنا آخر کہاں کی شرافت ہے۔ انہیں کونسا پٹواری یا تھانیدار بنانا ہے۔ آج تم نے اسے سکول بھیجا ہے تو کل اس کے بال کٹواؤ گی اور پھر وہ گلیوں میں آوارہ پھرے گی۔ برادری ہمارا حقہ پانی بند کر دے گی۔ بردار! جو آئندہ اسے سکول بھیجا۔“ پھر اس پر تبسم صاحبہ نے یہ طنز کیا ہے کہ:

”جو لڑکی میلوں دور کھیتوں میں کھانا دینے جاسکتی ہے۔ ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھیل سکتی ہے، وہ اگر تھوڑی سی دور سکول چلی گئی تو غصے کی کونسی بات ہوئی؟“ (مخلصاً طلوع اسلام ستمبر ص 15)

بات سکول کی نہیں اس نصاب، نظام تعلیم اور ماحول کی ہے جس میں زن، نازن بن جاتی ہے، جن اندیشوں کا بزرگوں نے اظہار کیا ہے، کیا آج وہ حرف بحرف صحیح نہیں نکلے؟ پھر ان پر اعتراض اور اچنچا کا ہے؟

دراصل جن بزرگوں نے اندیشوں کا ذکر کیا ہے، محترمہ تبسم سلطانیہ کے لئے وہ اندیشے اندیشے ہی نہیں ہیں بلکہ وہ ان کے لئے وقت پاس کرنے کا ایک ذریعہ، ترقی اور حسن معاملہ کا معیار اور الٹھ شوخیوں کا ایک دلچسپ بہلاوا ہے۔ اقبال مرحوم نے جو کہا ہے وہ شاید آپ کی اسی تعلیم کے متعلق کہا ہے جس کی تڑپ آپ کے دل میں چمکیاں لے رہی ہے۔

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن      کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت  
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسہ زن      ہے شق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے      روشن ہے نگہ آئینہ دل ہے مکدر!  
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے      ہو جاتے ہیں افکار پر آگندہ و ابتر

(ضربِ کلیم ص 95-91)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

## تعارف و تبصرہ کتب

نوٹ: تبصرہ کے لئے ہر کتاب یا رسالہ کے دو نسخے ارسال فرمائیں اور اس پر ”برائے تبصرہ“ لکھ کر اپنے دستخط ثبت کریں۔

مرزائے قادیاں اور علمائے اہل حدیث	:	کتاب
محمد حنیف یزدانی (قصور)	:	مؤلف
18x22-100 صفحات	:	سائز و ضخامت
گوارا	:	کتابت و طباعت
۵۰/اروپے	:	قیمت
ملکتہ نذیریہ، فیروزپور روڈ (اچھرہ) لاہور	:	ناشر

انگریز نے ہندوستان پر اپنا تسلط بڑھانے کے مقصد سے مسلمانوں میں جن فتنوں کو بطور خاص پروان چڑھایا ان میں سے مرزائے قادیاں کا وجود نامسعود اہم ترین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل حدیث نے اس فتنہ کے استیصال پر بڑی توجہ دی بلکہ مولانا یزدانی کا تو یہ دعویٰ ہے کہ مرزائے قادیاں کا مقابلہ مرزائی زندگی میں صرف علمائے اہل حدیث نے کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں علمائے اہل حدیث کی انہی خدمات کا ذکر ہے۔ کتاب اگرچہ مختصر ہے تاہم غیر منقسم ہندوستان کے چیدہ چیدہ اہل حدیث بزرگوں کی مساعی کا ذکر کافی تفصیل سے اس میں آگیا ہے خصوصاً شیخ الکل حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کا فتویٰ اور ان کے تلامذہ مولانا محمد بشیر سہسوائی، مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مناظرے و مباہلے۔ بالخصوص مولانا امرتسری کا مباہلہ اور اس کے نتیجے میں ہلاکت مرزا۔ علاوہ ازیں حافظ ابراہیم میرسیا لکھنؤ کی کھلی چٹھی بنام مرزائے قادیاں اور علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی پیشگوئی اور مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، سید محمد شریف گھڑیالوی، مولانا عبد اللہ معمار اور مولانا حافظ محمد گوندلوی غرضیکہ غزنوی، لکھنوی، روپڑی اور دیگر کافی اہل حدیث علماء کی خدماتِ جلیلہ کا کافی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ گویا مرزائے قادیاں کے دعوائی باطلہ اور اخلاقی سیئہ کی واقفیت کے ساتھ ساتھ جن اہل حدیث علماء نے تقریر و تحریر یا مناظرہ و مباہلہ سے ”قادیانیت“ کی پردہ وری کی ہے۔ ان کے حالات اور مساعی کا مطالعہ اس کتاب سے کیا جاسکتا ہے۔

مرزائیت کو سمجھنے اور اس کی کمر توڑنے کے لئے علمائے حق کی کوششوں کے تعارف کے لئے ایسی کتابوں کی اشاعت بہت مفید ہے۔ لیکن ہماری رائے میں باطل کی سرکوبی کے لئے علمائے حق کے کام کو ایسے نام و انداز سے بیان کرنا کہ وہ کسی ایک فرقہ کا کام نظر آئے خود علمائے حق کے لئے سود مند نہیں ہوتا بلکہ اس طرح دوسرے فرقوں سے متعلق اصحاب کے لئے استفادہ کی راہ میں ایک جذباتی رکاوٹ پیدا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور اس طرح انگریز اور پھر اس کی معنوی اولاد کی اس مطلوبہ ”فرقہ واریت“ کے مزید فروغ کا خطرہ ہوتا ہے جس میں اضافہ کرنے کی غرض

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



سے فتنہ مرزائیت کی تشکیل کی گئی تھی۔

ہم اہل حدیث کو یہ احساس اس لئے دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ دوسرے فرقوں کے علی الرغم یہ کوئی فرقہ نہیں بلکہ عقیدۂ اور عملاً کتاب و سنت کو تمام کر چلنے والی ایک جماعت ہے جن کا امتیاز جذبہ اتباع سنت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باقی گروہوں کی طرح یہ شخصی یا علاقائی نسبتوں سے پاک ہے۔ اس کے حاملین کو تو امتیازی نشان کے طور پر اہل حدیث، اہل سنت وغیرہ کہا جاتا ہے۔

ہم اہل حدیث کا یہ عذر تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں ایسے ناموں سے علمائے حدیث کی خدمات اجاگر کرنے کا رجحان اس لئے پیدا ہوا ہے کہ دوسرے فرقے اپنے علماء کو بڑے بڑے القاب اور ان کے کاموں کو نہایت مبالغہ سے بیان کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے مورخین (جنہیں اپنے فن کے اعتبار سے غیر جانبدار رہنا چاہئے) بھی تعصب مذہبی میں علمائے حدیث کو نظر انداز کر جاتے ہیں بلکہ ان کی خدمات جلیلہ کا سہرا بھی اپنوں کے سر باندھنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اہل حدیث کو یہ سمجھنا چاہئے کہ فرقہ کی بنیاد ہی تعصب اور جانبداری پر ہوتی ہے خواہ وہ کتنا بھی کم ہو، کیا ردِ عمل کے طور پر ہی ایسی جانبداری صاحبِ عزیمت لوگوں کو اختیار کر لینا چاہئے؟ اور کیا کسی جماعت کی ایسی روش فرقہ واریت کے لئے جواز پیدا کرنے کا باعث تو نہ ہوگی؟

ہمارا مشورہ ہے کہ اہل قلم و زبان حضرات کو تقریر و تحریر میں احتیاط کا پہلو نہ چھوڑنا چاہئے اور ان عوام و جہلاء کو جو بعض فروعی اور چند ایک مسئلوں پر نیا فرقہ بنا لیتے ہیں ان کی فرقہ واریت کے چکروں سے نکال کر اتباع سنت میں پختہ کر کے صحیح قسم کا مسلمان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اور علمائے حق کے کاموں کو مسلمانوں کی عظیم شخصیتوں کے کارناموں کی صورت میں اجاگر کرنا چاہئے۔

اپنے مذکورہ بالا احساسات کے باوجود ہم زیر نظر کتاب کو اس اعتبار سے ایک مفید خدمت سمجھتے ہیں کہ اس میں علمائے حدیث کی خدمات کا ایک اہم پہلو سامنے لایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا یزدانی کی اس محنت کا انہیں بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب	:	ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات
مؤلف	:	ابوبکی امام خاں نوشہروی
سائز و ضخامت	:	8/26x20-244 صفحات
کتابت و طباعت	:	گوارا اور کاغذ سفید
قیمت	:	9 روپے
ناشر	:	مکتبہ نذیریہ، فیروز پور روڈ (اچھرہ) لاہور

اس گوہر نایاب کی دوبارہ اشاعت اور ضمیمہ کی صورت میں تتمہ کا سہرا ابھی مولانا یزدانی کے سر ہے۔ ”مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث“ کے بعد ”ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات“ کی اشاعت علمائے حدیث کے ساتھ ان کی گہری عقیدت کا ثبوت ہے، کیونکہ نہ ہو سنت رسول اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اس کے حاملین کی عظمت و جلالت کی صحیح قدر و قیمت اسی شخص کو ہو سکتی ہے جو جذبہ اتباع سنت میں پوری اور خاندانی محبت کی بھی قربانی دے گیا ہو اور شرک کی وادیوں سے نکل کر وحید کا شید اہو ہو۔ اللہ تعالیٰ مولانا یزدانی کا یہ جذبہ جو ان رکھے اور انہیں توحید و سنت کی برکتوں سے مالا مال کرے۔

زیر نظر کتاب دراصل ایک مقالہ ہے جو مولانا عبد الغنی نوشہروی المعروف امام خاں نوشہروی نے 1937ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کی پچاس سالہ جوبلی کے موقع پر علماء و فضلاء کی موجودگی میں پڑھا تھا، بعد میں 1937ء سے 1970ء تک کی جملہ خدمات کا ضمیمہ مولانا یزدانی کی تالیف ہے جس میں پاک و ہند کے علمائے حدیث کے علاوہ خصوصی طور پر مشرقی پاکستان کے علمائے حدیث کی خدمات کا انڈکس قابل ذکر ہے۔ یہ کتاب اپنی پہلی اشاعت کے بعد مدت سے نایاب تھی۔ پاکستان میں ایسی تاریخی اور علمی کتاب کی اشاعت کا حوصلہ تو کوئی جماعتی ادارہ یا مکتبہ ہی کر سکتا تھا لیکن مولانا یزدانی کی ذاتی ہمت ہے کہ اپنے مکتبہ سے شائع کرنے کے متحمل ہوئے ہیں۔

یہ کتاب کیا ہے؟ اہل حدیث کی علمی و تبلیغی خدمات کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ غیر منقسم ہندوستان میں بھی علمائے حدیث اپنے فرض منصبی سے پیچھے نہیں رہے اور ماضی قریب کی چند صدیاں تو ان کی تگ و تاز پر دوسروں سے مبارک اور آفریں لے رہی ہیں۔ ان مجاہدین اسلام نے جس طرح اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے عظیم الشان قربانیاں دے کر نقوش چھوڑے ہیں۔ اسی طرح جذبہ اتباع سنت میں لومۃ لائٹ سے بے نیاز ہو کر سنت اور طریقہ محمدین کو فروغ دیا ہے۔ اس سیاسی و علمی جہاد کے ساتھ ساتھ تبلیغی و تعلیمی میدانوں میں بھی ان کا کام نمایاں ہے۔ درحقیقت جن علمائے اسلام نے بھی فرقہ واریت کے بندھنوں سے نکل کر کسی اسلامی فکر کا احیاء کیا وہ سنت و حدیث ہی کا فیضان ہے اس لئے اہل حدیث کی علمی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ علوم و فنون میں تفسیر و حدیث ہو یا فقہ و کلام، تاریخ و سیرت ہو یا اخلاق و احسان۔ ہند کے علمائے حدیث (جنہیں ان کے جذبہ اتباع سنت کی وجہ سے اہل حدیث کہنا چاہئے یا وہ خود اہل حدیث کہلائے) بھی پیچھے نہیں رہے۔ ان صاحب بصیرت علماء نے اس کام کو اسلام ہی کی خدمت سمجھ کر سرانجام دیا اور اسے فرقہ وارانہ سرگرمیوں کا رنگ نہ دیا، لیکن افسوس ہے کہ بعض کوتاہ فہم لوگوں نے سنت کی حمایت میں ان کے کام کو فرقہ واریت پر محمول کیا اور اہل حدیث کو ایکی فرقہ بنا ڈالا اور اس بھرے میں بعض اہل حدیث عوام اور ان کے راہنما بھی آگئے۔

بہر صورت ہندوستان میں جن علماء کو حمایت سنت یا خدمت حدیث کی وجہ سے امتیاز حاصل ہوا، ان کا کافی اور وافی ذکر اس طویل مقالے اور ضمیمہ میں ملتا ہے۔ مولانا نوشہروی نے ہر فن کے الگ الگ تراجم اور عنوانات قائم کر کے ان علمائے اسلام کی جملہ خدمات کا مکمل و مفصل خاکہ اور نقشہ پیش کیا ہے۔ اس کتاب میں پاک و ہند کے تقریباً ہر چھوٹے بڑے عالم حدیث کی خدمات اور ادارے کا ذکر ملا ہے۔

اپنی اس جامعیت کے باوصف یہ قابل قدر کتاب نروپے میں مہنگی نہیں۔ اسے ہر لا بھری اور ادارے کی زینت بننا چاہئے۔

کتاب : اہل حدیث کے امتیازی مسائل

مصنف : حضرت مولانا حافظ عبد اللہ صاحب محدث روپڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سائز و ضخامت : 8/26x20-116 صفحات

کتابت و طباعت : آفسٹ- کاغذ سفید۔

قیمت : 6 روپے

ناشر : مکتبہ دار الحدیث راجوال، ضلع ساہیوال

کتاب کی علمی اور افادی حیثیت کے لئے تو حضرت العلامة حافظ عبد اللہ صاحب محدث روپڑی کا اسم گرامی ہی اس کے بلند پایہ ہونے کی کافی ضمانت ہے۔ کیونکہ حضرت حافظ صاحب کی شخصیت اپنے تبحر علمی اور فکر و عمل میں سلامت روی کی وجہ سے علمی حلقوں میں نہ صرف مسلمہ ہے بلکہ کتاب و سنت کی ترجمانی میں آپ کو مقتدی اور وقت کی امامت کا درجہ حاصل ہے اور پھر زیر تبصرہ کتاب تو ایسے موضوع پر ہے جس میں آپ کی بصیرت کو سند سمجھا جاتا ہے یہاں تک کہ حافظ صاحب مرحوم سے شدید اختلافات رکھنے والوں نے بھی موصوف کو افتاء میں وحید العصر مانا اور اہم سے اہم تر مسئلہ میں آپ کی صلابت رائے کا لوہا قبول کیا۔ آپ کی تنقید اور پکڑاتی مضبوط ہوتی تھی کہ جب کسی بڑے سے بڑے عالم کی گرفت کی تو اسے جواب دینے کا یار نہ ہوا۔ یونہی مسلک کے خاتمہ الحدیث مولانا انور شاہ صاحب مرحوم کی مسئلہ ”الفتاحۃ خلف الامام“ پر مشہور عام کتاب فصل الخطاب (عربی) کا جواب بنام ”الکتب المستطاب“ (عربی) لکھا۔ مولینا موصوف اس کے عرصہ بعد تک زندہ رہے لیکن ان کی طرف سے یا ان کے کسی دیگر ساتھی کی طرف سے جواب نہ آیا۔

اسی طرح زیر نظر کتاب مشہور عالم دین دیوبندی گروپ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی کی ایک کتاب ”الاقتصاد فی التقليد والاجتہاد“ ہی کا جواب ہے جس میں انہوں نے اہل حدیث پر نہایت سخت طعن و تشنیع سے کام لیتے ہوئے انہیں یکے از ”فتنہ عظیمہ“ قرار دیا اور اہل حدیث کے چودہ امتیازی مسائل قرار دیتے ہوئے انہیں حدیث کے خلاف قرار دیا۔ حافظ صاحب مرحوم نے اگرچہ ان مسائل کی اس دور میں گرما گرمی اور اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حقیقت بیان کی ہے اور چند ایک مسائل کے حدیث کے مطابق ہونے پر پُر زور دلائل دیئے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بتلادیا ہے کہ باقی مسائل شافعہ وغیرہ کے ہیں جو تقلید کے اعتبار سے حنفیہ ہی کے مثل ہیں اس لئے ان کے جوابات کی ذمہ داری اہل حدیث پر نہیں ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں اہم اصول جو اہل حدیث کے لئے موصوف نے پیش کیا ہے وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

”اہل حدیث کو چونکہ کسی خاص امام سے تعلق نہیں بلکہ جدر حدیث ہے وہی ان کا مذہب ہے۔ اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے اتفاقی مسائل غلط ہو جائیں۔“

حافظ صاحب کی کلام مذکور سے دو چیزیں خود اہل حدیث کے لئے نصیحت ہیں:

1. اہل حدیث کو آمین، رفع یدین اور فاتحہ کے مسئلہ پر اس لئے نہ اڑنا چاہئے کہ یہ ایک یا بہت سے اماموں کے متفقہ مسئلہ ہیں بلکہ اس لئے کہ اماموں کے امام، امام المتقین اور سید المرسلین کی سنت ہیں، مثلاً رفع الیدین، آمین وغیرہ۔
2. بالفرض اگر کسی اہل حدیث کا کوئی مسئلہ سنت صحیحہ کے مطابق نہ ہو تو وہ مسئلہ اہل حدیث کا ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ اہل حدیث کا عقیدہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

فکر پر مبنی ہے کہ مطابقت سنت ہی معیار، حق ہے اور وہی اہل حدیث کا عمل ہونا چاہیے مثلاً شر مگاہ یا عورت کے ہاتھ لگانا قرض وضو ہے یا نہیں؟ اس میں دیکھا جائے کہ سنت کی راہنمائی کیا ہے؟ اس فکر و عقیدہ سے جو بھی نتیجہ حاصل ہو گا وہی اہل حدیث کا مسئلہ ہو گا۔

3. چونکہ ہر مذہب کی اصل بنیاد فکر و عقیدہ ہوتا ہے۔ اس لئے حافظ صاحب نے شروع میں فکری اختلاف پر بحث کی ہے کہ حنفیہ شافعیہ کے نزدیک تقلید ضروری ہونے کی وجہ سے اپنے فرقہ کے مسائل پر کار بند رہنا لافڈی ہے جبکہ اہل حدیث کو کسی بھی امام کے مسئلہ کی پابندی نہیں، وہ سنت رسول ﷺ میں مسئلہ کو جیسا پائیں گے ویسا ہی عمل کریں گے۔ بنیادی مسئلہ تقلید کا مفصل جواب حضرت حافظ صاحب نے اپنی ایک مستقل کتاب ”تعریف اہل حدیث“ میں دیا ہے۔

ہمیں مولانا ابوالسلیم محمد یوسف صاحب مہتمم دار الحدیث راجوال کی طرف سے شائع کردہ یہ کتاب دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی ہے اور تعجب بھی ہوا ہے کہ جو کام حافظ صاحب کے اصل ورثاء کا تھا وہ اپنی بے سروسامانی کے عالم میں انہوں نے کیسے کر لیا؟ اور پھر ایسی خوبصورت شکل میں کہ صرف زیب و زینت ہی کی وجہ سے کتاب پڑھنے کو جی چاہتا ہے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ تبصرہ نگار ذاتی طور پر ان کی مصر و فیتوں اور مثنیوں سے واقف ہیں جو وہ مدرسہ دار الحدیث راجوال کے لئے کرتے رہے ہیں اور پچھلے ایک دو سال تو دار الحدیث اور مسجد کی شاندار تعمیر نو کی وجہ سے وہ بہت زیر بار بھی ہیں۔ اب مکتبہ دار الحدیث کھول کر انہوں نے بڑی حوصلہ مندی کا ثبوت دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا شوق و ذوق جو ان رکھے۔ اہل خیر حضرات کو بھی ان سے خوب تعاون کرنا چاہئے۔

کتاب کے شروع میں حضرت حافظ صاحب مرحوم کے اجمالی سوانح اور تصنیفات و خدمات کی ایک جھلک بھی ہے جو مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی توجہ کا شمر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کارِ خیر میں جملہ حصہ لینے والوں کو اجرِ دارین سے نوازے۔ آمین۔

آخر میں مرحوم بزرگوں کی تصنیفات کو شائع کرنے والوں سے گزارش ہے کہ جو تصنیفات اپنے انداز و بیان سے اس دور کے خصوصی دوائی کے تحت لکھی گئی ہوں ان کو نئے سرے سے ایڈٹ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ سوئے اتفاق سے مسلمانوں میں ابھی فرقہ بازی کا بازار ٹھنڈا نہیں پڑا اور پھر ماضی قریب کے بزرگوں کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے تو لوگ ان کا نام لے کر کسی تنقید کو سننا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

خواہ وہ کتنے بھی اتباعِ سنت کے جذبہ سے کیوں نہ ہو، اس لئے بہتر ہے کہ بزرگوں کا فیض باقی رکھنے کے لئے ان کا مواد صرف ان کی تحقیقی کی صورت میں پیش کیا جائے۔ پھر حافظ صاحب مرحوم کی کتب تو ایسی جامع ہوتی ہیں کہ ایک مسئلہ میں بیسیوں دوسرے مسئلے بھی حل کرتے جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ”مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ“ کی طرح ان کے جملہ رسائل و فتاویٰ موضوع اور مسائل کی ترتیب سے مرتب کئے جائیں۔ اس طرح سے ان کی جملہ تصنیفات بھی اکٹھی ہو جائیں گی ورنہ چھوٹے رسائل کا اس طرح محفوظ رہنا بڑا مشکل ہے نیز حافظ صاحب مرحوم کی شخصیت اور ان کی فکری اور علمی عظمت کا صحیح اندازہ بھی اسی وقت ہو سکے گا۔

کاش کہ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کا کوئی خلف پیدا کر دے جو ان کا نام و کام باقی رکھ سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کتاب :	اشاریہ تفسیر ماجدی (الفاظ و مضامین، اسماء و اماکن)
مرتبہ :	حافظ نذر احمد پرنسپل شبلی کالج لاہور
سائز و ضخامت :	18x22/6 - تفسیر ماجدی کے مطابق
کتابت و طباعت :	آفسٹ اور سفید کاغذ
قیمت :	3 روپے
ملنے کا پتہ :	مسلم اکادمی 18/29 محمد نکر، علامہ اقبال روڈ لاہور

جائزہ مدارس عربیہ مغربی پاکستان، ارض مقدس، فلسفہ نماز وغیرہ کے مصنف حافظ نذر احمد صاحب کا ترتیب کردہ ”اشاریہ برائے تفسیر ماجدی“ ان حضرات کے لئے نہایت مفید ہے جن کے پاس تفسیر ماجدی ہے۔ اشاریہ ترتیب دینا بڑا محنت طلب کام ہوتا ہے اور پھر وہ بھی کسی دوسرے کی کتاب کا۔ تفسیر ماجدی کی اہمیت اور مقبولیت سے اس کے قارئین واقف ہیں لیکن خود اس کے مصنف مولانا عبد الماجد دریا آبادی اپنی مصروفیات میں اشاریہ جیسا محنت طلب کام نہ کر سکے۔ تفسیر ماجدی کے بالمقابل جب مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفاسیر کے اخیر میں خود ان کے صنفین کے اشارے تفسیروں سے ملحق نظر آئے تو تفسیر ماجدی کی یہ کمی خاصی محسوس ہوتی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ حافظ نذر احمد صاحب کے خلوص اور ذوق و شوق سے یہ خلا بھی پورا ہو گیا اور سائز کی مناسبت کی بنا پر اسے تفسیر ماجدی کے ساتھ ہی جلد بھی کرایا جاسکتا ہے۔ حافظ صاحب نے اسے تربیت دینے میں بہت عرق ریزی سے کام لیا ہے اور پھر دوسرے بے شمار مشاغل کے ساتھ تو اس کام کی تکمیل کارے دار ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خصوصی سے ان سے یہ کام بھی لے لیا۔

ہم حافظ صاحب کی اس کوشش کی داد دینے کے ساتھ ساتھ ابھی ایک چیز محسوس کر رہے ہیں کہ سرسری مطالعہ سے یہ اشاریہ قرآن پاک کے الفاظ و معانی کا انڈیکس معلوم ہوتا ہے اس لئے اگر فرصت نکال کر اسے تفسیر کے مضامین کی ترتیب سے تیار کیا جاسکے تو یہ بھی ایک عظیم کام ہو گا۔ اشاریہ کی کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ ہونے کے علاوہ کاغذ بھی عمدہ استعمال کیا گیا ہے اور اوپر کارڈ بورڈ کی مضبوط جلد ہے۔ اس گرانی کے دور میں تین روپے قیمت مناسب ہے۔

کتاب :	مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی (حصہ اول)
مرتبہ :	عاصم نعمانی
سائز و ضخامت :	20x30/16 - 256 صفحات
قیمت اعلیٰ ایڈیشن :	50/5 روپے
ستائڈیشن :	3 روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



ناشر : ایوانِ ادب چوک اردو بازار، لاہور

کسی تحریر یا اس کے مجموعے کی اہمیت کا کافی حد تک انحصار اس کے لکھنے والے کی شخصیت پر بھی ہوتا ہے۔ زیرِ تعارف و تبصرہ کتاب دنیائے اسلام کی معروف سیاسی اور علمی شخصیت مولانا ابو الاعلیٰ مودودی کی خط و کتابت کا ایک مجموعہ ہے جس کے مرتب مولانا کے خاص عقیدت مند، ہمارے دوست محمد سلطان عاصم نعمانی ہیں۔ ان مکاتیب میں مولانا مودودی کی علمی، فکری اور سیاسی شخصیت کو بہت قریب سے دیکھا جاسکتا ہے کیونکہ ان خطوط کا ایک بڑا حصہ ان سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو بعض لوگوں کو مولانا کے افکار و تحریک اور ان کی تصنیفات پر شبہات یا الجھنوں کی صورت میں پیدا ہوئے اور ان کا جواب مولانا نے بے تکلفانہ اور ہلکے پھلکے انداز میں دیا ہے۔ علمی مسائل و مباحث کو انفرادی سطح پر حل کرنا ایک خاص اور مشکل فن ہے۔ جس طرح ایک استاد کسی موضوع پر لیکچر دیتے ہوئے پوری کلاس کی ذہنی اور علمی سطح کے مطابق کلام کرتا ہے۔ لیکن جب کوئی طالب علم کسی نکتہ کو اخذ کرنے یا قبول کرنے میں ناکام رہ کر سوال کرتا ہے تو پھر ایک ماہر استاد شبہہ کی خصوصی نوعیت کو مد نظر رکھ کر ایسا دل نشیں لہجہ اور طرز استدلال اختیار کرتا ہے جس سے سائل کی تسلی اور تشفی ہو جائے۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے بعض جگہ یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ مولانا ”تنقیحات“ کے اسلوب سے ہٹ کر خطبات کے انداز میں بات کر رہے ہیں۔

ویسے تو یہ کتاب عمومی فائدے کی ہے لیکن خصوصی طور پر ہم مولانا کے متعلق سنی سنائی باتوں پر اعتماد کرنے والوں کو اس کے مطالعہ کا مشورہ دیتے ہیں۔ کتاب کو دیدہ زیب بنانے کے لئے ناشر نے بھی اپنی صلاحیتیں صرف کر دی ہیں۔ (خ۔ع۔ر)